آؤ لوگو کہ یہیں نور خدا پاؤ گے
لو تمہیں طور تسلّی کا بتایا ہم نے

ریویو آف ریلیجنز

یعنی

دنیا کے مذاہب پر نظر

جلد ۱۲ | بابت ماہ نومبر ۱۹۱۳ء | مطابق ذی الحجہ ۱۳۳۱ھ | نمبر ۱۱

چندہ سالانہ

عام عہ طلباء عہ

فہرست مضامین

قادیان ضلع گورداسپور سے ۲۰۔ نومبر ۱۹۱۳ء کو صدر انجمن احمدیہ کے اہتمام سے شائع ہوا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

یسوع کی پیشگویاں نمبر(۳)

(سلسلہ کیلئے ملاحظہ ہو۔ ریویو بابت ستمبر ۱۹۱۳ء)

گرفتاری۔ موت اور دوبارہ جی اُٹھنے کی پیشگوئی

اس مضمون کے گذشتہ نمبر میں یہ امر ثابت ہو چکا ہے کہ مسیحیوں کی چاروں کتابیں جو متی۔ مرقس۔ لوقا اور یوحنا کی انجیلیں کہلاتی ہیں واقعہ صلیب سے سالہا سال بعد لکھی گئی تھیں اور یہ کہ ان میں سے کسی کی نسبت یہ امر بالاتفاق تسلیم نہیں کیا جاتا کہ اس کتاب کا لکھنے والا فلاں آدمی تھا۔ مگر یہ امر ثابت شدہ ہے کہ ان گمنام مصنفین میں سے ایک بھی ایسا نہ تھا جو اُن واقعات کا جو ان کتابوں میں درج ہیں رویت کا گواہ ہو یعنی اُس نے ان واقعات کو اپنی آنکھ سے دیکھا ہو یا یسوع کے اقوال کو اپنے کان سے سُنا ہو۔ اسلیئے ہم مجبور ہیں کہ اُن پیشگوئیوں کو کوئی وقعت نہ دیں جو یسوع کی طرف ان کتابوں میں منسوب کی گئی ہیں اور جن میں ایسے واقعات کی خبر دی گئی ہے جو ان کتابوں کی تصنیف سے پہلے واقع ہو چکے تھے۔ کیونکہ جب ایک امر واقع ہو چکے اور اُس کے بعد ہمیں بتلایا جائے کہ اس واقعہ کے متعلق کسی نے پیشگوئی کی تھی اور اُس واقعہ کے ظہور سے پہلے اُس پیشگوئی کے وجود کا ثبوت نہ مل سکے اور جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ایسی پیشگوئی کی گئی تھی وہ بھی گمنام لوگ ہوں اور ہمیں اس امر کا علم نہ ہو کہ جو لوگ ایسا بیان کرتے ہیں وہ کون لوگ تھے اور اُنکا کیا نام تھا اور وہ کس حیثیت اور کس منزلت کے انسان تھے تو پھر ہم ایسی پیشگوئی کو کیا کریں وہ کس کام کی چیز

ہے۔ اور ہم ایسی پیشگوئیوں کی بنا پر کسی مدعی کی راستبازی یا عدم راستبازی کا کیا فیصلہ کر سکتے ہیں ہاں اگر ہمیں اتنا بھی معلوم ہوتا کہ جو لوگ ان پیشگوئیوں کی خبر دیتے ہیں وہ معتبر اور ثقہ انسان تھے اور یہ کہ جن ذرائع سے ان پیشگوئیوں کا اُن کو علم ہوا وہ ذرائع بھی بالکل قابل اعتبار تھے اور کہ درمیانی عرصہ میں کسی قسم کی دست اندازی اور کمی بیشی ان پیشگوئیوں میں نہیں کی گئی تھی اور جو تحریریں یہ لوگ اپنے قلمی نوشتوں میں چھوڑ گئے وہ بھی بالکل محفوظ ہیں اور اُن میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں کی گئی تب بھی یہ پیشگوئیاں قابل توجہ ہو سکتی تھیں مگر موجودہ صورت میں تو ہمیں یہ بھی معلوم نہیں کہ ان پیشگوئیوں کی خبر دینے والے کون لوگ تھے اور کن ذرائع سے یہ پیشگوئیاں اُن تک پہنچیں اور نہ اُن کی تحریریں دست بُرد سے محفوظ ہیں۔ پھر ہم کس طرح ان پیشگوئیوں کو سچا سمجھ لیں۔ مسیحی کہتے ہیں کہ متی کی انجیل سب انجیلوں سے پُرانی ہے مگر محققوں نے یہ امر ثابت کر دیا ہے کہ پہلی تین انجیلوں میں سے متی کی کتاب سب کے بعد لکھی گئی اور لطف کی بات یہ ہے کہ ان انجیلوں میں تغیر و تبدل ابتداء سے ہی شروع ہو گیا تھا یہ امر محققین کے نزدیک ثابت ہو چکا ہے کہ متی ٭ اور لوقا نے اپنی اپنی کتابوں کے واقعات ایک نوشتے سے اخذ کیے جو مرقس کی موجودہ کتاب کے مشابہ تھا پہلے لوقا نے اُس نوشتے سے نقل اُڑائی اور کچھ عرصہ بعد متی نے اُسی کتاب سے مضامین کو اخذ کیا مگر لوگوں کی دستبرد سے اتنے عرصہ میں ہی اس کتاب میں تغیر تبدل ہو چکا تھا۔ کیونکہ جب لوقا نے اس سے مضامین نقل کیے تو اُسوقت اُس کی صورت کچھ اور تھی اور جب متی نے اُسی کتاب کو اپنے سامنے رکھا تو اُس کی شکل کچھ اور تھی جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کتابوں میں قطع برید ابتداء سے ہی شروع ہو گئی تھی۔ اور نہ معلوم کہ جب لوقا نے اس کتاب کو اپنے پیش نظر رکھا اُسوقت سے پہلے اس میں کیا کیا تبدیلیاں واقع ہو چکی تھیں۔ اور جب لوقا کے بعد متی نے اس کتاب کی نقل اُتاری تو اُسکے بعد بھی اس میں تغیر و تبدل کا سلسلہ جاری رہا۔ علاوہ ازیں اس بات کا

٭ نوٹ:۔ اس مضمون میں جہاں کہیں متی یا لوقا۔ یوحنا یا مرقس کا ذکر آتا ہے اس سے یہ نہیں سمجھنا چاہیئے کہ واقعی یہ لوگ ان کتابوں کے لکھنے والے ہیں۔ یہ نام صرف فرضی طور پر لکھے جاتے ہیں کیونکہ اب یہ کتابیں انہی لوگوں کے نام سے مشہور ہیں۔ منہ

قطعاً کوئی ثبوت ہمارے پاس موجود نہیں کہ وہ نوشتہ جس سے پہلے لوقا نے اور پھر متی نے نقل اڑائی وہ کوئی قابل وثوق تحریر تھی جس میں حضرت مسیح کے اقوال اور افعال درست اور صحیح طور پر درج تھے۔ اور پھر جب اس امر پر نظر کیجاتی ہے کہ یا قابل اعتبار تحریریں واقعہ صلیب سے سالہا سال بعد لکھی گئیں تو اِنکا رہا سہا اعتبار بھی اُڑ جاتا ہے۔ جب اِن کتابوں کا یہ حال ہے۔ تو پھر ہم اُن پیشگوئیوں کو کیا وقعت دیں جو یسوع کی گرفتاری۔ موت اور دوبارہ جی اُٹھنے کے بارہ میں ہیں۔ ہمارے پاس اِس امر کا کیا ثبوت ہے کہ سچ مچ یہی لفظ جو ان چار کتابوں میں درج ہیں یسوع کے مُنہ سے نکلے تھے۔ جب ان پیشگوئیوں کا وجود ہی ثابت نہیں ہو سکتا تو انسے مدعی نبوت کی صداقت کس طرح ثابت ہو سکتی ہے۔ جو چیز خود ثبوت کی محتاج ہے وہ کسی دوسری چیز کے ثبوت میں کس طرح پیش ہو سکتی ہے۔

علاوہ ازیں ناظرین پر واضح ہو کہ ہم ان پیشگویوں کو جو یسوع کے پکڑا جانے صلیب پر مرنے اور مر کر جی اُٹھنے کے بارہ میں ہیں صرف اسلیئے ردّ نہیں کرتے کہ جن کتابوں میں یہ پیشگویاں درج ہیں وہ کتابیں بعد میں لکھی گئیں اور یہ سارے واقعات ان کتابوں کے لکھا جانے سے پہلے ظاہر ہو چکے تھے اس لیئے پیشگوئی کا لفظ انپر صادق ہی نہیں آ سکتا بلکہ اگر انکو پس گوئی کہا جائے تو زیادہ درست ہے اور ہمارے پاس تتمہ بھر بھی اس امر کا ثبوت نہیں کہ واقعی یہی الفاظ یسوع کے مُنہ سے نکلے تھے بلکہ بالکل ممکن ہے کہ واقعات کے بعد واقعات کے مطابق یہ پیشگویاں گھڑ لی گئی ہوں کیونکہ ہمارے پاس کوئی ثبوت نہیں کہ ان کتابوں کے گمنام مصنف معتبر اور راستباز انسان تھے اور کہ معتبر وسائل سے انکو ان پیشگوئیوں کا علم ہُوا تھا اور اگر فرض بھی کر لیا جاوے کہ یسوع نے کوئی پیشگوئی ان واقعات کے بارہ میں کی تھی تو معلوم نہیں ہو سکتا کہ اُسکے اصل الفاظ کیا تھے اور آیا واقعات اُن الفاظ کے مطابق ظاہر ہوئے یا نہ اور یہ کہ ان الفاظ کو واقعات کے مطابق کرنیکے لیئے اُس میں کیا کیا تحریف کی گئی۔ غرض ہم صرف متذکرہ بالا وجوہات کے سبب ہی ان پیشگوئیوں کو ناقابل تسلیم قرار نہیں دیتے بلکہ خود ان کتابوں کے اندر کئی ایسی شہادتیں موجود ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ ان پیشگوئیوں کے بارے میں انجیل نویسوں نے

بناوٹ سے کام لیا ہے اور گرفتاری - موت اور دوبارہ جی اُٹھنے کے متعلق جو پیشگوئیاں یسوع کی طرف منسوب کی گئی ہیں اُن کو ہم صحیح اور اصلی پیشگوئیاں قرار نہیں دے سکتے۔

موت کی پیشگوئیوں میں اختلافات

اس امر کو واضح کرنے کے لئے پہلے ہم اُن پیشگوئیوں کو لیتے ہیں جو یسوع کی موت کے بارہ میں ہیں - چاروں انجیلوں میں یسوع مسیح کی طرف اس امر کی پیشگوئی منسوب کی گئی ہے کہ ایک ناگہانی حادثہ کے ذریعہ اُس کی زندگی کا بہت جلدی خاتمہ ہونیوالا ہے - لیکن جب چاروں انجیلوں کے بیانات کو غور سے دیکھا جاوے تو ان پیشگوئیوں میں بہت اختلاف نظر آتا ہے سب سے پہلا اختلاف تو یہ ہے کہ پہلی تین انجیلوں میں یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ یسوع نے زمانہ تبلیغ کے آخری ایام میں اس آنیوالے حادثہ کی خبر دی تھی (مثلاً ملاحظہ ہو متی ۲۱:۱۶) حالانکہ چوتھی انجیل میں یہ دکھایا گیا ہے کہ یسوع ابتداء زمانہ بعثت سے لیکر آخر تک اس جانکاہ حادثہ کی خبر دیتا رہا - چنانچہ سب سے پہلے اُس نے اُسوقت خبر دی جب کہ اُس نے بیل - اور بھیڑ اور کبوتر فروشوں اور صرّافوں کو رسّی کے کوڑے کے ساتھ ہیکل سے نکال دیا (دیکھو یوحنا باب ۲: ۱۳-۲۲) اور ایسا ہی یہودیوں کے سردار نقودیمس کے ساتھ گفتگو کرتے ہوئے اُس نے اپنے آخری ایام کے واقعات کی خبر دی (دیکھو یوحنا باب ۳: ۱۳-۱۵) - پس پہلا اختلاف ان انجیلوں میں یہ ہے کہ پہلی تین انجیلوں کے رُو سے اُس نے اپنے زمانہ تبلیغ کے آخری ایام میں آنیوالے حادثات کی خبر دی مگر یوحنا کہتا ہے کہ ابتدائے زمانہ میں ہی اُس نے خبر دیدی تھی چنانچہ یوحنا نے اپنی کتاب کے دوسرے اور تیسرے باب میں ہی اس پیشگوئی کا دو مرتبہ ذکر کیا ہے۔

دوسرا اختلاف ان پیشگوئیوں میں یہ ہے کہ پہلی تین انجیلوں میں اس حادثہ کی خبر کے ساتھ بہت سی باریک تفصیلات بھی دی گئی ہیں - مثلاً (۱) یہود - یسوع کو دُکھ کی موت سے مارنے کی کوشش کرینگے (متی ۱۲:۱۷) (۲) یسوع کو دشمن کے ہاتھ میں حوالہ کیا جائیگا (متی ۲۲:۱۷) (۳) غیر قوموں کے لوگ یسوع کو ٹھٹھوں میں اڑاوینگے - کوڑے مارینگے اور صلیب پر کھینچیں گے (متی ۱۸:۲۰) (۴) یسوع کو کفن میں لپیٹا جائے گا (متی ۱۲:۲۶) (۵) یسوع تیسرے دن

پھر جی اٹھے گا۔ مگر جو پیشگوئی یوحنا کی انجیل میں دی گئی ہے اُس میں کہیں ایسی باریک تفصیلات نہیں دی گئیں۔

تیسرا اختلاف پہلی تین انجیلوں اور یوحنا کی انجیل میں اس پیشگوئی کے متعلق یہ ہے کہ پہلی تین انجیلوں میں پیشگوئی کھلے اور صریح الفاظ میں بیان کی گئی ہے اور یسوع کے شاگرد یسوع کے الفاظ کا مطلب سمجھتے ہیں مگر یوحنا کی انجیل میں یہ پیشگوئی مبہم الفاظ میں بیان کی گئی ہے اور اُس کے شاگرد بالکل سمجھ نہیں سکتے کہ یسوع کا اِن الفاظ سے کیا مطلب ہے۔ مثلاً یوحنا کی انجیل کے دوسرے باب میں جو یسوع نے اپنی موت اور دوبارہ جی اُٹھنے کے متعلق پیشگوئی کی ہے۔ وہ اس طرح پر ہے کہ جب یسوع نے رسّی کے کوڑے کے ساتھ کبوتر فروشوں اور دوسرے بیوپاری لوگوں سے ہیکل کو صاف کردیا تو یہودیوں نے اُسے کہا ”کیا نشان تُو ہمیں دکھلاتا ہے جو یہ کام کرتا ہے۔ یسوع نے جواب دیکر انہیں کہا کہ اس ہیکل کو ڈھا دو اور مَیں اُسے تین دن میں کھڑا کروں گا۔ یہودیوں نے کہا چھیالیس برس سے یہ ہیکل بن رہی ہے اور تُو اسے تین دن میں کھڑا کریگا“ اس پر انجیل نویس نوٹ چڑھاتا ہے کہ اُس نے اپنی بدن کی ہیکل کی بابت کہا تھا اسلیئے جب وہ مردوں میں سے جی اٹھا تو اُس کے شاگردوں کو یاد آیا کہ اُس نے یہ کہا تھا اور وے کتاب اور یسوع کے کلام پر ایمان لائے“ (یوحنا ۲: ۲۲) اسی طرح جب یسوع نقودیمس کے ساتھ گفتگو کی تو اُسوقت بھی نہایت ہی مبہم الفاظ میں اپنے خاتمہ کے متعلق پیشگوئی کی جس کو نقودیمس سمجھنے سے قاصر رہا۔ چنانچہ یسوع۔ نقودیمس کو کہتا ہے ”جس طرح موسیٰ نے سانپ کو بیابان میں بلندی پر رکھا۔ اُسی طرح سے ضرور ہے کہ ابن آدم بھی اٹھایا جاوے“ (یوحنا ۳: ۱۴) پس پہلی تین انجیلوں اور یوحنا کی انجیل میں تیسرا اختلاف اس پیشگوئی کے متعلق یہ ہے کہ پہلی تین کتابوں میں یہ پیشگوئی سیدھے سادے اور کھلے کھلے الفاظ میں ہے مگر یوحنا کی انجیل میں گول مول۔ اور مبہم الفاظ میں اور ایسے استعاروں کے پیرایہ میں ہے کہ سُننے والے اسکے سمجھنے سے بالکل قاصر رہے اور نہ سمجھ سکے کہ یسوع کیا کہتا ہے۔

چوتھا اختلاف جو اس پیشگوئی کے متعلق یوحنا کی انجیل اور باقی تین انجیلوں میں پایا جاتا ہے یہ ہے کہ یوحنا کی انجیل کی رُو سے اُس نے آنیوالے مصائب کو اپنے شاگردوں سے مخفی رکھا لیکن باقی تین کے رُو سے اُس نے ان مصائب کو اپنے شاگردوں سے نہیں چھپایا بلکہ ایک ایک بات

اُن کو قبل از وقت لکھو لکر سنادی۔

پانچواں اختلاف ان انجیلوں میں اس پیشگوئی کے بارہ میں یہ ہے کہ پہلی تین انجیلوں کے رُو سے یسوع نے اپنے مخالفوں کے سامنے آنیوالے واقعات کا اعلان نہیں کیا لیکن یوحنا کی انجیل کے رو سے اُس نے اپنے دشمنوں کے سامنے اس بات کا علی رؤس الاشہاد اعلان کر دیا کہ مَیں اپنی جان اپنی بھیڑوں کے لیئے دونگا۔ اور مر کر پھر جی اُٹھوں گا۔ یسوع نے عبادت کرنیوالے یہودیوں کے ایک مجمع کو جس میں اُس کے بہت سے دشمن کھڑے تھے مخاطب کر کے کہا کہ "اچھا گڈریا مَیں ہوں۔ اور اپنوں کو پہچانتا ہوں۔ اور مَیں بھیڑوں کے لیئے اپنی جان دیتا ہوں اور میری اور بھی بھیڑیں ہیں جو اس بھیڑ خانہ کی نہیں۔ ضرور ہے کہ مَیں اُنہیں بھی لاؤں اور وے میری آواز سُنیں گی اور ایک ہی گلہ اور ایک ہی گڈریہ ہوگا۔ باپ مجھے اسلیئے پیار کرتا ہے کہ مَیں اپنی جان دیتا ہوں تاکہ مَیں اُسے پھر لوں۔ کوئی شخص اُسے مجھ سے نہیں لیتا۔ پر مَیں اُسے آپ سے دیتا ہوں۔ میرا اختیار ہے کہ اُسے پھر لوں۔ یہ حکم مَیں نے اپنے باپ سے پایا"

جو اختلافات اوپر بیان ہوئے ہیں وہ بالکل ظاہر اور کُھلے کُھلے ہیں۔ اگر ہم یوحنا کی انجیل کو سچا سمجھیں تو ہمیں ماننا پڑتا ہے کہ (۱) یسوع نے اپنی تکالیف اور موت کی ابتداء میں ہی خبر دیدی تھی (۲) اُس نے آنیوالے حادثہ کی تفاصیل کو بیان نہیں کیا تھا (۳) اُس نے اپنی تکالیف کو اپنے شاگردوں سے مخفی رکھا (۴) اُس نے اپنے دشمنوں کے سامنے آنیوالے حادثہ کا اعلان کر دیا (۵) اُس نے اپنی موت کی خبر دیتے ہوئے مبہم اور ذو معنی الفاظ استعمال کیئے۔ لیکن اگر ہم پہلی تین انجیلوں کو سچا سمجھیں تو پھر ہمیں یہ ماننا پڑتا ہے کہ (۱) اُس نے ابتداء میں اپنے خاتمہ کی خبر نہیں دی بلکہ اپنے زمانہ تبلیغ کے آخری ایام میں اس واقعہ کی اطلاع دی۔ (۲) کہ اُس آنے والے حادثہ کی تفاصیل کو کھولکر بیان کر دیا۔ (۳) اُس نے اس واقعہ کو اپنے شاگردوں سے مخفی نہیں رکھا (۴) اُس نے اپنے دشمنوں کے سامنے اس خبر کا اعلان نہیں کیا۔ (۵) اُس نے اس واقعہ کی خبر دیتے ہوئے ذو معنی اور مبہم الفاظ کو استعمال نہیں کیا۔

ناظرین دیکھ سکتے ہیں کہ یہ اختلافات بالکل ایک دوسرے کی ضد ہیں اور اختلاف بھی اہم امور کے متعلق ہیں۔ اور یہ ناممکن ہے کہ دونوں بیانوں کو صحیح تسلیم کیا جاوے۔ یہ ناممکن ہے

کہ یسوع نے دونوں کام کیئے ہوں - اب ہم دو راہوں میں سے ایک راہ اختیار کرسکتے ہیں یعنی یا تو سارے قصے کو ہی غیر معتبر قرار دیکر رد کر دیا جائے یا دونوں بیانوں میں سے ایک کو جھوٹا قرار دیا جائے اور دوسرے پر غور کیا جاوے - ہم مسیحیوں کی خاطر دوسری راہ اختیار کرتے ہیں یعنی ایک بیان کو جھوٹا قرار دیکر دوسرے کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ وہ کہاں تک قابل اعتبار کہلا سکتا ہے - چونکہ یوحنا کا بیان مسیحیوں کے لیئے زیادہ مفید نہیں اور باقی تین انجیلوں کا بیان مسیحیوں کے لیئے زیادہ مفید مطلب ہے اسلیئے ہم یوحنا کے بیان کو رد کر کے باقی تین انجیلوں کے بیانات پر بحث کرتے اور دیکھتے ہیں کہ یہ بیانات کہاں تک درست اور صحیح ہیں -

پہلی تین انجیلوں کے بیانات کی جانچ پڑتال

اب ان تینوں انجیلوں میں یہ لکھا ہے کہ یسوع نے آنیوالے حادثہ سے تھوڑے دن ہی پہلے اس کی اپنے شاگردوں کو خبر دیدی تھی اور صرف خبر ہی نہیں دی تھی بلکہ ہر ایک تفصیل بھی کھول کر بیان کر دی تھی - مگر جب ہم گہری نظر سے ان انجیلوں کو دیکھتے ہیں تو ہم یہ معلوم کر کے حیران رہ جاتے ہیں کہ اگرچہ ایک طرف ان انجیلوں میں بیان کیا گیا ہے کہ یسوع نے سارے واقعات کھولکر اپنے شاگردوں کو سنا دیئے تھے اور اسکے شاگرد بخوبی سب باتوں کو سمجھ گئے تھے اور کسی امر میں شک وشبہ باقی نہیں رہا تھا اور اُس نے یہ واقعات اپنی زندگی کے خاتمہ کے قریب ہی اپنے شاگردوں کے سامنے بیان کیئے تھے مگر پھر بھی سخت حیرانی کی بات ہے کہ جب اُسکے تمام کے تمام شاگردوں کے عمل کو دیکھا جاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے ان پیشگوئیوں کو کبھی خواب میں بھی نہیں سنا تھا - انجیلوں سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ یسوع کی موت کے لیئے بالکل تیار نہ تھے - برخلاف اُسکے یہ امر اُنکے گمان میں بھی نہیں آسکتا تھا کہ یسوع اپنے دشمنوں کے قبضہ میں آجائے اور جونہی کہ یسوع کو گرفتار کیا گیا وہ سب کے سب بھاگ گئے اور یسوع کا ساتھ چھوڑ گئے - اور اُس کے دو شاگردوں کی نسبت جو اماوس کو جا رہے تھے لکھا ہے کہ اُنہوں نے کہا "سردار کاہن اور ہمارے سرداروں نے اُس کو قتل کے حکم کے لیئے حوالہ کیا اور صلیب دی پر امید رکھتے تھے کہ یہی اسرائیل کو مخلصی دینے کو تھا" (لوقا ۲۴: ۲۰) یہ الفاظ

کبھی یسوع کے شاگردوں کے منہ سے نہ نکلتے اگر یسوع نے پہلے اُن کو کہہ دیا ہوتا کہ اُسکا انجام اب قریب ہے اور عنقریب اُسے دشمنوں کے حوالہ کیا جائے گا اور اُسے قتل کیا جائیگا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ انجیلوں کا یہ بیان کہ یسوع نے اپنی گرفتاری اور قتل کی قبل از وقت خبر دیدی تھی اور شاگردوں کو بتلا دیا تھا کہ اب وہ خونی دشمنوں کے حوالہ کیا جائے گا ہرگز درست اور صحیح نہیں ہے۔ اگر واقعی یسوع اپنے شاگردوں کو یہ بتلا چکا تھا کہ "ضرور ہے کہ میں یروشلم کو جاؤں اور بزرگوں اور سردار کاہنوں اور فقیہوں سے بہت دکھ اٹھاؤں اور مارا جاؤں" تو پھر اُسکے شاگردوں نے اُسکے پکڑا جانے اور "مارا جانے" پر کیوں حیرت ظاہر کی اور کیوں یہ کہا کہ ہم تو سمجھتے تھے کہ یسوع ہمیں رومیوں کی سلطنت سے نجات دیگا مگر ہماری امیدیں خاک میں مل گئیں اور یسوع ہماری امیدوں اور ہمارے وہم و گمان کے برخلاف پکڑا گیا اور قتل کیا گیا۔ اُن کی یہ حیرت ظاہر کرتی ہے کہ اُن کو پہلے خبر نہ تھی کہ وہ پکڑا جائیگا اور اُسے قتل کیا جائے گا۔ اگر یسوع نے اُنہیں خبر دی ہوتی تو وہ حیرت ظاہر نہ کرتے۔ بلکہ اس واقعہ کے لئے پہلے ہی سے تیار ہوتے اور یہ نہ کہتے کہ ہمیں یہ گمان نہیں تھا کہ وہ اس طرح یروشلم میں جاکر بزرگوں اور سردار کاہنوں اور فقیہوں سے سخت دکھ اُٹھاکر مارا جائیگا۔ اُن کا تعجب ظاہر کرتا ہے کہ یسوع نے اس حادثہ کی پہلے سے خبر دیکر اس واقعہ کے لئے اُن کو تیار نہیں کر رکھا تھا۔

یسوع کے دوبارہ جی اُٹھنے کی پیشگوئی

اب ہم یسوع کی اُس پیشگوئی کو لیتے ہیں جس میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اُس نے اپنے دوبارہ جی اُٹھنے کی خبر دی تھی۔ انجیلوں کا بیان ہے کہ یسوع نے پیش از وقت اپنے شاگردوں کو صرف یہی خبر نہیں دی تھی کہ وہ دُکھ اُٹھائیگا اور قتل کیا جائیگا بلکہ یہ بھی کہا تھا کہ وہ تیسرے دن پھر جی اُٹھے گا۔ متی لکھتا ہے "اُسوقت سے یسوع اپنے شاگردوں کو خبر دینے لگا کہ ضرور ہے کہ میں یروشلم کو جاؤں اور بزرگوں اور سردار کاہنوں اور فقیہوں سے بہت دُکھ اُٹھاؤں اور مارا جاؤں اور تیسرے دن جی اٹھوں" (۱۶: ۲۱) پھر اُسی کتاب میں لکھا ہے "جب وے جلیل میں پھرا کرتے تھے۔

یسوع نے انہیں کہا کہ ابن آدم لوگوں کے ہاتھ میں حوالہ کیا جائے گا۔ اور وے اُسے قتل کرینگے۔ پھر وہ تیسرے دن جی اُٹھے گا۔ تب وے نہایت غمگین ہوئے" (۱۷: ۲۲-۲۳)۔ اب یسوع کی یہ باتیں ایسی چونکا دینے والی تھیں کہ یہ گمان نہیں ہو سکتا کہ اُس کے شاگردوں نے اُن کو فوراً بالکل بُھلا دیا ہو۔ اس لئے جب یسوع کو یروشلم میں صلیب پر لٹکایا گیا اور پھر اُسے قبر میں رکھا گیا تو ضرور اُنکو یسوع کی پیشگوئی یاد آگئی ہوگی اور وہ ضرور اس بات کے منتظر ہونگے کہ یسوع اب تیسرے دن زندہ ہو جائیگا۔ یسوع کی ساری باتیں بقول انجیل نویسان اب پوری ہو چکی تھیں۔ وہ دشمنوں کے حوالہ کیا گیا تھا۔ اور اُسکی پیشگوئی کے مطابق اُسکے ایک شاگرد نے اپنے آقا کو چومکر پکڑوا دیا اور یسوع کو سردار کاہنوں اور فقیہوں کے حوالے کیا گیا اور اُنہوں نے یسوع پر قتل کا حکم دیا اور یسوع کو ٹھٹھوں میں اُڑایا گیا اور اُسے کوڑے مارے گئے اور صلیب پر کھینچا گیا۔ اِن باتوں کو دیکھکر ضروری تھا کہ یسوع کے شاگردوں کو یسوع کے وہ الفاظ یاد آجاتے جو کہ اُس نے یروشلم کو جاتے ہوئے راہ میں بارہ شاگردوں کو الگ لیجا کے کہے تھے کہ "دیکھو ہم یروشلم کو جاتے ہیں۔ اور ابن آدم سردار کاہنوں اور فقیہوں کے حوالے کیا جاویگا۔ اور وہ اُسپر قتل کا حکم دینگے اور اُسے غیر قوموں کے حوالے کرینگے کہ ٹھٹھوں میں اُڑاویں اور کوڑے ماریں اور صلیب پر کھینچیں۔ پر وہ تیسرے دن پھر جی اُٹھیگا" جب یروشلم کو جاتے ہوئے راہ میں یہ سب باتیں یسوع نے اپنے شاگردوں کو کہی تھیں تو کبھی ممکن نہ تھا کہ دین والی باتیں اُنکو بھول جاتیں اور جب یہ سب کچھ واقع بھی ہو گیا اُسوقت بھی اُنکو یاد نہ آتیں جب یہ سب باتیں وہ یسوع کے مُنہ سے یروشلم کو آتے ہوئے راہ میں سُن چکے تھے اور اُنکا مشاہدہ بھی کر چکے تھے تو ضروری تھا کہ اب وہ اس بات کے امیدوار بھی ہوتے کہ یسوع اب مُردوں سے جی اُٹھے گا اور وہ ضرور یسوع کے دوبارہ جی اُٹھنے کی انتظار میں اُسکی قبر کے اِرد گرد گھات لگا کر بیٹھے رہتے۔ خصوصاً تیسرے دن تو وہ ضرور قبر کے ارد گرد گھومتے اور دیکھتے کہ یسوع کس گھڑی قبر سے نکلتا ہے۔ مگر بجائے اسکے کہ وہ یسوع کے جی اُٹھنے کا انتظار کرتے اناجیل سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے وطن کی طرف جانے کی تیاریوں میں مصروف ہو گئے اور بعض تو جلیل کی طرف روانہ بھی ہو گئے۔ ہم یہ خیال نہیں کر سکتے کہ یسوع کے سارے کے سارے

شاگرد ایسا کمزور حافظہ رکھتے تھے کہ اُن کو یسوع کی وہ چونکا دینے والی پیشگوئیاں بالکل بھول گئیں اور جو باتیں اُنہوں نے یروشلم کی طرف آتے ہوئے راہ میں سُنی تھیں وہ سب اُن کے دماغ سے نکل گئی تھیں اور جب اُنہوں نے اُن واقعات کا بھی مشاہدہ کر لیا جن کے متعلق یسوع نے راستہ میں پیشگوئی کی تھی تب اُنکو وہ پیشگوئی یاد نہ آئی اگر یسوع نے فی الواقعہ اپنے پکڑا جانے۔ دکھ اٹھانے اور صلیب پر کھینچا جانے کی پیشگوئی اُنکے سامنے یروشلم کو آتے ہوئے کی تھی تو جب وہ اس پیشگوئی کے مطابق گرفتار کیا گیا اور اُسے طرح طرح کے دُکھ بقول مسیحیاں دیئے گئے اور آخر صلیب پر بھی کھینچا گیا تو اگر بفرض محال پہلے اُن کو یہ پیشگوئی بھول بھی گئی تھی تو اُسوقت فوراً اُن کو یاد آجانی چاہیئے تھی۔ اور ضروری تھا کہ وہ بڑی خوشی کے ساتھ یسوع کے دوبارہ جی اُٹھنے کا انتظار کرتے اور قبر سے نکلتے وقت اپنے اُستاد کا بڑے تپاک کے ساتھ استقبال کرنے کے لیئے تیار کھڑے رہتے۔ لیکن اُنہوں نے ایسا نہیں کیا۔

انجیلوں سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ اُن کو بالکل یہ امید نہ تھی کہ یسوع پھر قبر سے نکلے گا۔ وہ یسوع کی طرف سے اب بالکل نا امید ہو چکے تھے اور اُنکی مایوسی غایت درجہ تک پہنچ چکی تھی۔ انجیلوں میں لکھا ہے کہ جب یسوع کو قبر میں رکھا گیا تو اُسکے بعد بعض عورتیں اُس کی لاش کو خوشبو لگانے کے لیئے اُس کی قبر پر آئیں۔ انجیل میں یہ نہیں لکھا کہ وہ اس امید پر آئیں کہ یسوع کو قبر سے نکلتے ہوئے دیکھیں بلکہ اُنکو یہ وہم و گمان بھی نہ تھا کہ وہ پھر جی اُٹھے گا وہ اُسکو اب ہمیشہ کے لیئے وفات یافتہ یقین کر چکی تھیں (لوقا میں) لکھا ہے کہ "وے عورتیں بھی جو اُسکے ساتھ جلیل سے آئی تھیں پیچھے پیچھے چلیں اور قبر کو اور اُس کی لاش کو کہ کس طرح رکھی گئی دیکھتی تھیں اور پھر کے خوشبوئیں اور مر طیار کیا لیکن شرع کے موافق سبت کے دن آرام کیا۔ اور وے اتوار کے دن بڑے تڑکے اُن خوشبوؤں کو جو طیار کی تھیں لیکے قبر پر آئیں اور اُنکے ساتھ کئی اور بھی تھیں" اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ اُن کے دل میں یہ گمان بھی نہ تھا کہ آج کا دن یسوع کے جی اُٹھنے کا دن ہے بلکہ اُن کو یقین تھا کہ وہ قبر میں جا کر یسوع کی مُردہ لاش دیکھیں گی اور اُسکو خوشبو اور

مُر لگا کر ثواب دارین حاصل کرینگی - اگر اُنہوں نے یہ سُنا ہوتا کہ یسوع تیسرے دن دوبارہ جی اُٹھے گا تو وہ اسکو خوشبو لگانے نہ جاتیں بلکہ زندہ یسوع کا استقبال کرنیکے لیئے خوشی خوشی جاتیں - لیکن انجیلوں سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ زندہ یسوع کے استقبال کے لیئے نہیں گئی تھیں بلکہ اُسکی مُردہ لاش کو خوشبو اور مُر لگانے کے لیئے گئی تھیں - اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اُنہوں نے کسی ایسی پیشگوئی کو نہیں سُنا تھا - لیکن اگر یسوع نے کوئی ایسی پیشگوئی کی ہوتی تو ضرور اُنہوں نے بھی سُنی ہوتی کیونکہ جس طرح یسوع کے شاگرد سفر و حضر میں یسوع کے ساتھ رہتے اسی طرح یہ عورتیں بھی ہر وقت یسوع کے ساتھ رہتی تھیں اور یروشلم کے سفر میں بھی وہ یسوع کے ساتھ تھیں - اور اُن کو یسوع کے ساتھ بہت محبت تھی -

بجائے اس کے کہ وہ یہ امید رکھتیں کہ وہ یسوع کو زندہ دیکھیں گی اور یسوع اپنی معجزانہ طاقت اور قدرت کے ساتھ پھر زندہ ہو کر قبر سے نکل آئیگا اُن کو تو یہ خوف لگا ہوا تھا کہ ہم یسوع کی مُردہ لاش کو کس طرح خوشبو لگائیں گی کیونکہ قبر کے دروازہ پر ایک بھاری پتھر ہے - مرقس لکھتا ہے "ہفتہ کے پہلے دن بہت سویرے سورج نکلتے ہوئے قبر پر آئیں اور آپس میں کہنے لگیں کہ ہمارے لیئے پتھر کو قبر کے دروازے سے کون ڈھلکائیگا"

پھر جب اُنہوں نے پتھر کو ڈھلکا ہوا پایا اور اندر جھانک کر دیکھا کہ یسوع کی لاش قبر کے اندر نہیں ہے تو اُس وقت بھی اُن کو یہ خیال نہ آیا کہ یسوع دوبارہ جی اُٹھا ہے بلکہ اُنہوں نے خیال کیا کہ کوئی شخص یسوع کی لاش کو چُرا کر لے گیا ہے اور وہ قبر پر کھڑی ہو کر رونے لگیں - یوحنا لکھتا ہے "مریم باہر قبر پر روتی کھڑی رہی اور روتے ہوئے جبکہ قبر میں جُھک کے نظر کی تو دو فرشتے ..... دیکھے (دوسری انجیل میں ایک فرشتہ لکھا ہے) جنہوں نے اُسے کہا اے عورت تو کیوں روتی ہے - اُس نے انہیں کہا اسلیئے کہ وے میرے خداوند کو لے گئے اور میں نہیں جانتی کہ اُنہوں نے اُسے کہاں رکھا"

ممکن ہے کہ کوئی مسیحی یہ عذر کرے کہ یہ عورتیں تھیں - راز کی باتیں ان سے مخفی رکھی جاتی تھیں مردوں کو یسوع کے پکڑا جانے - مرنے اور مر کر جی اُٹھنے کی پیشگوئی کی خبر تھی - عورتوں کو اس پیشگوئی سے بے خبر رکھا گیا تھا - اسلیئے وہ گھبرا گئیں اگر اُنکو اس پیشگوئی کی خبر ہوتی تو وہ ضرور فوراً یہ نتیجہ نکالتیں کہ یسوع پھر جی اُٹھا ہے اور وہ بجائے رونے کے خوش ہوتیں - لیکن مسیحی صاحبان کو معلوم ہونا چاہیئے

کہ صرف عورتیں ہی اس پیشگوئی سے بے خبر نہ تھیں بلکہ یسوع کے حواری اور حواریوں میں سے خاص الخاص حواری بھی اس پیشگوئی سے محض ناآشنا تھے۔ کیونکہ انجیل نویس لکھتا ہے کہ "وہ ہفتہ کے پہلے دن مریم مگدلینی تڑکے ایسا کہ ہنوز اندھیرا تھا قبر پہ آئی اور پتھر کو قبر سے ٹلا ہوا دیکھا۔ تب وہ شمعون پطرس اور اُس دوسرے شاگرد کے پاس جسے یسوع پیار کرتا تھا دوڑی آئی اور انہیں کہا کہ خداوند کو قبر سے نکال لیگئے اور ہم نہیں جانتے کہ انہوں نے اُسے کہاں رکھا۔ پھر پطرس اور وہ دوسرا شاگرد نکلے اور قبر کی طرف گئے۔ چنانچہ وے دونوں اکٹھے دوڑے پر دوسرا شاگرد پطرس سے بڑھ گیا اور قبر پہ پہلے پہنچا...... اور دیکھ کے یقین کیا۔ اس اقتباس سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ جیسے وہ عورتیں یسوع کی مفروضہ پیشگوئی سے بے خبر تھیں ایسے ہی یسوع کے شاگرد بھی اس پیشگوئی سے بالکل بے خبر تھے کہ یسوع مُردوں میں سے جی اُٹھیگا۔ جیسا عورتوں نے یہ خیال کیا کہ یسوع کی لاش کو لوگ چورا کرلے گئے ہیں ایسا ہی اُسکے شاگردوں نے بھی دیکھ کے یہی یقین کیا کہ ضرور یسوع کی لاش چورائی گئی ہے۔ اگر یسوع نے انکے سامنے یہ پیشگوئی کی ہوتی کہ میں پھر جی اُٹھوں گا تو وہ ہرگز یہ خیال نہ کرتے کہ یسوع کی لاش چرائی گئی ہے بلکہ وہ جھٹ یہ سمجھ جاتے کہ یسوع اپنی پیشگوئی کے مطابق پھر جی اُٹھا ہے۔ مگر انہوں نے ایسا خیال نہیں کیا جس سے صاف طور پہ ثابت ہوتا ہے کہ یسوع نے اُنکے سامنے ہرگز یہ نہیں کہا تھا کہ میں پھر جی اُٹھوں گا اور انجیلوں کا یہ کہنا کہ یسوع نے ایسی پیشگوئی کی تھی بالکل غلط ہے۔

پھر اس سے بڑھ کر اور ثبوت لو۔ لوقا لکھتا ہے کہ جب مریم مگدلینی اور دوسری عورتیں قبر پر یسوع کی لاش کو خوشبو لگانے کے لئے گئیں تو اُن کو دو فرشتے نظر آئے اور اُنہوں نے اُن سے کہا "تم کیوں زندہ کو مُردوں میں ڈھونڈتی ہو - وہ یہاں نہیں ہے بلکہ اُٹھا ہے۔ یاد کرو کہ ہنوز جب جلیل میں تھا تم سے کیا کہا تھا کہ ضرور ہے کہ ابن آدم گنہگاروں کے ہاتھ میں حوالہ کیا جائے اور صلیب دیا جائے اور تیسرے دن اُٹھے" انجیل نویس کہتا ہے کہ جب اُنہوں نے فرشتوں کی یہ بات سنی تو وہ دوڑتی ہوئی یسوع کے شاگردوں کے پاس گئیں اور لوقا کے بیان کے مطابق "ان گیارہ کو اور سب باقی توموں کو ان سب باتوں کی خبر دی اور مریم مگدلینی اور یوحنا اور مریم یعقوب کی ماں اور دوسری عورتیں جو ساتھ تھیں اُنہوں نے رسولوں سے

یہ باتیں کہیں پر اُنکی باتیں اُنہیں کہانی سی سمجھ پڑیں اور اُن کا اعتبار کیا۔" اب ناظرین غور کریں۔ رسولوں کو بتلایا جاتا ہے کہ یسوع مردوں سے جی اُٹھا ہے۔ پھر یہ ماجرا انکو کہانی سی معلوم ہُوا اور اُنکو اعتبار نہ آیا۔ مگر باوجود اسکے یہ کہا جاتا ہے کہ یسوع نے کئی مرتبہ اپنے شاگردوں کو اپنے مرکر جی اُٹھنے کی خبر دی تھی اور یروشلم کو آتے ہوئے راستہ میں بھی یہ خبر ہر ایک شاگرد کو سنائی تھی پھر رسولوں کو اعتبار نہیں آتا اور وہ اسکو ایک بیہودہ کہانی سمجھتے ہیں۔ فرشتے بھی اُن عورتوں کی معرفت انکو یسوع کا وعدہ یاد دلاتے ہیں پھر بھی وہ اعتبار نہیں کر سکتے حالانکہ اگر واقعی یسوع نے کوئی ایسا وعدہ دیا تھا تو فرشتوں کی یاد دہانی کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ یہ ایسا وعدہ نہ تھا کہ جھٹ بھول جاتا۔ جب یسوع پہلے مرحلے طے کر چکا تھا تو اب ضروری تھا کہ اُسکے شاگرد یسوع کے جی اُٹھنے کے خود بخود منتظر ہوتے مگر یہاں تو معاملہ ہی اُلٹا ہے۔ منتظر ہونا تو کجا۔ جب اُن کو بتایا جاتا ہے کہ یسوع مُردوں سے جی اُٹھا ہے تو وہ اسکو ماننے سے انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ محض ایک افسانہ ہے۔ اِس سے صاف ظاہر ہے کہ ان کو یسوع کے جی اُٹھنے کا قطعاً کوئی انتظار نہ تھا۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہو کہ انکو یسوع نے اپنے جی اُٹھنے کی کوئی خبر قبل از وقت نہیں دی تھی۔ اگر یسوع نے اُنکو یہ بتلایا ہوتا کہ میں پکڑوایا جاؤنگا۔ گنہگاروں کے حوالے کیا جاؤنگا اور صلیب پر کھینچا جاؤنگا کفن میں لپیٹا جاؤنگا قبر میں رکھا جاؤنگا اور تیسرے دن جی اُٹھونگا تو اُن کو یسوع کی ساری باتیں لفظ بلفظ پوری ہوتے ہوئے دیکھنے کے بعد اس بات کا یقین ہو جانا چاہیئے تھا کہ جب باقی سب باتیں ہو بہو پوری ہوگئی ہیں تو آخری بات بھی ضرور پوری ہو کر رہے گی۔ لیکن انجیلوں کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ اُنکے وہم و گمان میں یہ نہیں تھا کہ یسوع پھر جی اُٹھے گا بلکہ جب اُن کو بتایا گیا تو پھر بھی اُنہوں نے اسکو افسانہ کہکر رد کر دیا اس سے صریحاً یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ یسوع نے ہرگز انکو کوئی خبر پہلے نہ دی تھی اور انجیلوں میں جو یہ لکھا ہے کہ اُس نے کئی موقعوں پر اور خصوصاً یروشلم کو آتے ہوئے سفر میں یہ کہدیا تھا کہ فلاں فلاں امر مجھے پیش آئیگا۔ اور آخر میں تیسرے دن پھر جی اُٹھونگا یہ محض ایک بناوٹی بات ہے جو بعد میں گھڑی گئی ہے۔ اور یسوع کے شاگردوں کے طرز عمل نے اس واقعہ کا بے بنیاد ہونا اظہر من الشمس کر دیا ہے۔

یسوع کے شاگردوں کا تو یہ حال ہے کہ جب خود یسوع انکے سامنے آیا اور انہوں نے اُسے اپنی آنکھوں سے بھی دیکھ لیا۔ پھر بھی انکو یہ یقین نہ آیا کہ یسوع زندہ ہے آخر یسوع نے اپنے زخموں میں اُن کی انگلیاں ڈلوائیں اور اُن کے سامنے مچھلی اور شہد کھایا تا اُن کو کسی طرح اس بات کا یقین ہو کہ مَیں کوئی بھوت نہیں بلکہ وہی یسوع اپنے پہلے خاکی جسم میں اُنکے سامنے کھڑا ہوں جس جسم کے ساتھ مجھکو صلیب پر لٹکایا گیا تھا۔ اب ناظرین ہی انصاف کریں کہ کیا ان لوگوں کی نسبت یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ یسوع کے دوبارہ جی اُٹھنے کے منتظر تھے۔ اگر یہ لوگ یسوع کے دوبارہ جی اُٹھنے کے منتظر ہوتے تو وہ کبھی بھی یسوع کو زندہ ماننے میں اسقدر انکار اور اصرار سے کام نہ لیتے۔ لیکن اگر وہ یسوع کے جی اُٹھنے کے منتظر نہ تھے تو پھر معلوم ہوا کہ انکو یسوع نے پہلے تمام واقعات کی خبر نہیں دی تھی اور جو کچھ انجیلوں میں اس امر کے متعلق لکھا ہے وہ محض ایک افسانہ ہے۔

مسیحیوں کو مجبوراً اب دو راہوں میں سے ایک راہ اختیار کرنی پڑیگی یا تو اُن کو یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ یسوع نے کوئی پیشگوئی اس امر کی نسبت نہیں کی تھی کہ مَیں گنہگاروں کے ہاتھ میں حوالہ کیا جاؤنگا۔ فریسی اور فقیہ مجھ پر قتل کا فتوی دینگے۔ مجھ پر ہنسی اُڑائی جائیگی اور مجھے طرح طرح کے دُکھ دیئے جاوینگے۔ آخر صلیب پر کھینچا جاؤنگا اور مَیں تیسرے دن جی اُٹھونگا یا یہ قبول کرنا پڑے گا کہ یسوع کے حواریوں کا جو طرز عمل انجیلوں میں لکھا ہے وہ غلط ہے۔ اُنہوں نے ایسا نہیں کیا بلکہ اُنکو یسوع کی پیشگوئی جو یروشلم میں داخل ہونے سے پہلے اس نے اُنکو سُنائی تھی وہ اُنکو خوب یاد تھی اور اُس کا ایک ایک لفظ اُنکے پیش نظر تھا اور کوئی لمحہ اُنپر ایسا نہ گذرتا تھا جب کہ یہ خبر اُن کے دلوں سے دُور ہو اور جب اُنہوں نے اُس پیشگوئی کے تمام مرحلے حرف بحرف پورے ہوتے دیکھ لیئے تو انکو یقین کامل ہو گیا کہ اب یسوع کے جی اُٹھنے کی باری آئی ہے اُنکو یسوع کی راستبازی کا پہلے ہی یقین تھا کیونکہ وہ ہزاروں باتیں اُس کی پوری ہوتی ہوئی دیکھ چکے تھے اور اُن کو اُسکی باتوں میں ذرہ بھی شک نہیں تھا اور جب اُنہوں نے یسوع کی پیشگوئی کے پہلے سارے مرحلے لفظ بلفظ پورے ہوتے ہوئے دیکھ لیئے تو انکا یقین اور بھی بڑھ گیا اور انکو اس امر میں ذرہ بھر بھی

شک باقی نہ رہا کہ یسوع تیسرے دن جی اُٹھے گا اور جو کچھ انجیلوں میں اس کے خلاف لکھا ہے وہ بالکل غلط ہے۔ غرض مسیحی صاحبان دو راہوں میں سے ایک راہ اختیار کر سکتے ہیں۔ یا تو وہ یہ کہیں کہ یسوع نے دوبارہ جی اٹھنے اور دیگر متعلقہ امور کی نسبت کوئی پیشگوئی نہیں کی تھی یا یہ کہیں کہ اناجیل میں جو حواریوں کا طرز عمل لکھا ہے وہ غلط ہے۔ ان دونوں راہوں میں سے جو راہ چاہیں اختیار لیں مگر دونوں صورتوں میں جو نتیجہ نکلے گا وہ یہی ہے کہ مسیحیوں کی کتب مقدسہ قابل اعتبار نہیں۔

ایک اور تماشہ کی بات سنئے۔ یہ انجیلیں عجیب کتابیں ہیں۔ ان سے یسوع کے شاگردوں کی نسبت تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یسوع کی پیشگوئی ان کے دماغ سے بالکل نکل گئی تھی اور وہ بالکل بھول گئے کہ یسوع نے اپنے جی اٹھنے کے متعلق کوئی خبر دی تھی چنانچہ لکھا ہے کہ "وے ہنوز اس نوشتہ کو نہ جانتے تھے کہ مردوں میں سے اُس کا جی اُٹھنا ضرور ہے" لیکن تعجب کی بات ہے کہ اناجیل کے بیان کے مطابق یسوع کے دشمن یسوع کی اس پیشگوئی کو خوب جانتے تھے۔ متی کی انجیل میں لکھا ہے کہ "دوسرے روز جو طیاری کے دن کے بعد کا ہے سردار کاہنوں اور فریسیوں نے ملکر پلاطس کے پاس جمع ہو کے کہا کہ اے خداوند ہمیں یاد ہے کہ وہ دغاباز اپنے جیتے جی کہتا تھا کہ میں تین دن بعد جی اُٹھوں گا اسلیئے حکم کر کہ تیسرے دن قبر کی نگہبانی کریں"۔ ناظرین غور فرماویں شاگرد تو اس پیشگوئی سے بالکل بے خبر ہوں کہ یسوع تیسرے دن مردوں سے جی اُٹھے گا اور اُس کے دشمن یہ کہیں کہ ہمیں یاد ہے کہ یہ دغاباز کہتا تھا کہ میں تین دن بعد جی اُٹھوں گا۔ ایسی کتابوں پر کیا اعتبار کیا جائے جس میں ایسی متضاد باتیں درج ہوں۔ اب میں اس بات کا فیصلہ ناظرین پر چھوڑتا ہوں کہ کیا انجیل کی بیان کردہ پیشگوئیوں کی بنا پر یسوع کی نبوت ثابت ہو سکتی ہے۔ جتنا زیادہ ہم ان انجیلوں کے بیانات پر غور کرتے ہیں اُتنا ہی زیادہ انکی ناقابل اعتباری ظاہر ہوتی ہے۔

(باقی آیندہ انشاءاللہ تعالیٰ)

آیندہ دنیا کا مذہب کیا ہوگا؟ مسیحیت یا اسلام؟

(ترجمہ مضمون خالد شیلڈرِیک افندی - آنریری سکرٹری اسلامک سوسائٹی لنڈن)

اگلے دن میرے ایک دوست نے کہا "مَیں تعجب کرتا ہوں کہ ایک سو سال بعد کونسا مذہب دنیا میں سب سے بڑا مذہب ہوگا۔ مَینے بلا تأمل جواب دیا کہ اسلام۔ اور اب مَیں اس مضمون میں وہ دلائل بیان کرنے کی کوشش کروں گا جن کی وجہ سے مَیں نے یہ قطعی رائے ظاہر کی۔ جب ہم یُورپ کی گذشتہ تاریخ پر نظر کرتے ہیں تو ہم یہ دیکھکر حیران رہ جاتے ہیں کہ باوجودیکہ قریباً دو ہزار سال سے مسیحیت یُورپ میں موجود ہے پھر بھی ابھی تک جو انسانیت کے اصول یُورپنے قائم کیے ہیں وہ نہایت ہی ابتدائی درجہ کے ہیں۔ ایک انسان یہ سوال کرتا ہے کہ کیا یورپ کی موجودہ تہذیب مسیحیت کی برکت ہے؟ اسکا جواب یہ ہے کہ نہیں۔ یُورپ نے مسیحیت کی بدولت ترقی نہیں کی بلکہ جو کچھ ترقی اس نے کی ہے وہ مسیحیت کا مقابلہ کرکے کی ہے۔ گذشتہ زمانہ میں ہر ایک چیز میں کلیسیا کو ہی بڑا بھاری دخل تھا اور طبعاً انسان امید کرتا ہے کہ اسوقت تک یُورپ اطمینانِ قلب - راحت - اخلاق اور اخوّت کا ایک بہشت بن گیا ہوگا (کیونکہ مسیحیوں کا یہ دعوٰی ہے کہ مسیحیت سے یہ چیزیں پیدا ہوتی ہیں) لیکن سوال یہ ہے کہ کیا یُورپ واقعی اطمینانِ قلب - راحت - اخلاق اور اخوت کا بہشت بنا ہُوا ہے؟ مسیحی کہتے ہیں کہ یسوع امن کا شاہزادہ تھا لیکن وہ کہتا ہے کہ مَیں امن لانے کے لیئے نہیں بلکہ تلوار چلانے کے لیئے آیا ہوں اور اس تلوار کو اسوقت تک مسیحی یُورپنے کھینچا ہُوا ہے اسکے مقابل میں قرآن شریف کے وہ الفاظ دیکھو جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو رحمۃ للعلمین کہا گیا ہے۔ مَیں ناظرین کی خدمت میں التماس کرتا ہوں کہ وہ ایک لحہ کے لیئے تعصب سے خالی ہوکر بتائیں کہ ان دونوں قوموں میں سے کس میں نوع انسان کے لیئے ہمدردی اور شفقت پائی جاتی ہے۔ کیا کوئی شخص اس بات سے انکار کرسکتا ہے کہ لاکھوں بے گناہ انسان مسیح کے نام پر ذبح کیئے گئے ہیں۔ کیا یُورپ کی

خوفناک جنگیں اس وجہ سے ۔ ۔ ۔ واقع نہیں ہوئیں کہ یسوع کی تعلیم کے معنے کرنے میں اختلاف ہوا۔ محکمہ تفتیش کے خوفناک مظالم کا خیال کرو جبکہ مذہبی اختلاف کی وجہ سے ایک فرقہ کے مسیحی تمام دوسرے فرقوں کے لوگوں کو ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر طرح طرح کے عذاب دیتے تھے۔ کیا یورپ کے یہودی اُن ہولناک خونریزیوں کو بھلا سکتے ہیں جو گیارھویں صدی مسیحی میں یورپ کے مسیحیوں نے اُن پر وارد کیں۔ کیا یہودی اس بات کو فراموش کر سکتے ہیں کہ کس طرح انگلستان میں اُن کو لوٹا جاتا تھا۔ اور ہمارے زمانہ میں بھی مسیحیوں کے گروہ کے گروہ یہودیوں کا اس طرح میلوں تک تعاقب کرتے ہیں جس طرح شکاری کتے شکار کا تعاقب کرتے ہیں۔ اور اُن کو گالیاں دیتے ہیں اور طرح طرح کے الفاظ اُن کے حق میں استعمال کرتے ہیں۔ کیا لوگوں کو اطمینانِ قلب حاصل ہے؟ ہرگز نہیں۔ ہر ایک طرف سے بے چینی اور ہڑتالوں کی خبر آتی ہے۔ کیا لوگوں کو راحت حاصل ہے۔ اور کیا لوگ خوش ہیں؟ تعجب کی بات ہے کہ جو لوگ خوش معلوم ہوتے ہیں وہ صرف وہی لوگ ہیں جو مسیحیت کو ترک کر بیٹھے ہیں۔ حالانکہ وہ لوگ جو نجات یافتہ ہونے کا دعوی کرتے ہیں وہ ہمیشہ اُداس اور ایسے پژمردہ نظر آتے ہیں کہ ایک بیرونی آدمی یہ خیال کرتا ہے کہ اگر مسیحیت اس سے زیادہ خوش انسان پیدا نہیں کر سکتی تو وہ اس قابل نہیں کہ اسکو قبول کیا جائے۔ کیا یورپ کے انسان با اخلاق انسان ہیں۔ اس سوال کا جواب دیتے ہوئے میں کاغذ کے کئی ریم خرچ کر سکتا ہوں اور اہل یورپ کی زندگی سے ایسے واقعات پیش کر سکتا ہوں جنکو پڑھکر نہایت سخت دل انسان بھی کانپ اُٹھے گا۔ با اخلاق؟ نہیں۔ ہزار دفعہ نہیں۔ اہل یورپ کی زندگی جڑ تک گلی ہوئی ہے۔ ممکن ہے کہ کوئی شخص یہ کہے کہ کم از کم انگلستان کی حالت ایسی بُری نہیں جیسی کہ برّاعظم یورپ کی ہے۔ مگر مجھے اس سے اتفاق نہیں۔ انگلستان دوسرے ملکوں سے نمود میں بڑھا ہوا ہے۔ اور اس ملک کے لوگ ہر بُرائی پر نفرت کا اظہار کرتے ہیں۔ لیکن انگلستان کے ہر ایک شہر میں بدکاری کا ایک محلہ ہوتا ہے۔ اور رات کے وقت ہمارے شہروں میں کوئی شریف بی بی بازاروں اور کوچوں میں حفاظت کے ساتھ نہیں گذر سکتی۔ کام کاج میں بھی لوگ با اخلاق نہیں ہیں۔ دھوکہ دینا ایک لطیف ہنر سمجھا جا

ہے اور جو شخص غبن اور غدّاری میں کامیاب ہو جائے اُسکو ایک ہشیار انسان سمجھا جاتا ہے۔
اور اگر وہ کافی روپیہ جمع کرلے تو جس درجہ تک چاہے ترقی کرسکتا ہے اور نہایت اعلیٰ درجہ کی
سوسائٹی میں داخل ہوسکتا ہے۔ اور جو لوگ اُس کی عیاری سے بخوبی آگاہ ہوتے ہیں وہ
اپنی بیٹیاں اُسکو نکاح میں دینے کی کوشش کرتے ہیں۔ گویا بردہ فروشی کا ایک بازار گرم ہے
اور جو شخص سب سے زیادہ مالدار ہو وہ سب سے زیادہ خوبصورت لڑکی کو خرید سکتا ہے۔ یورپ
کی سوسائٹی کا خدا روپیہ ہے اور محبت کو اُس پر قربان کیا جاتا ہے۔ بہت سے ایسے ہیں جو
ایک بیوی رکھتے ہیں اور اُس بیوی کے علاوہ وہ کئی عورتوں سے آشنائی کا تعلق رکھتے
ہیں اور اسکے مقابل پر اُن کی بی بیاں دوسرے لوگوں سے آشنائی رکھتی ہیں۔ اسکے
بعد طلاق واقع ہوتی ہے اور چند دن تک چرچا ہوتا ہے۔ پھر سوسائٹی اس معاملہ کو
فراموش کردیتی ہے اور پھر زانیہ عورت سوسائٹی میں وہی عزت رکھتی ہے جو اُسے پہلے
حاصل تھی گویا اُس سے کوئی ناجائز امر سرزد ہی نہیں ہوا تھا۔ کیا یورپ با اخلاق ہے؟
خدائے تعالیٰ ایشیا اور افریقہ کو مسیحی یورپ کے اخلاق سے محفوظ رکھے۔ کیا یورپ کے مسیحیوں میں
اخوت کا تعلق پایا جاتا ہے؟ یورپ کی نسبت ایسا سوال کرنا ہی گویا ایک استہزاء ہے۔
چار سَو سے زیادہ فرقے یورپ کے مسیحیوں میں پائے جاتے ہیں۔ اور ہر ایک کا یہ اعتقاد ہے
کہ ان تمام فرقوں میں سے صرف ہمارا فرقہ ہی راہِ راست پر ہے اور باقی تمام گمراہ ہیں۔
ایک انسان خیال کرتا ہے کہ مسیحی ہونے سے تمام رکاوٹیں دُور ہوجاتی ہیں۔ اخوت
قائم ہوجاتی ہے۔ اور دوسرے مسیحی اُسکے ساتھ دوستانہ اور برادرانہ تعلق رکھ سکتے ہیں مگر
سوال یہ ہے کہ کیا ایسا ہوسکتا ہے؟ سب سے پہلا سوال یہ پوچھا جاتا ہے کہ کیا وہ گرجا میں
حاضر ہوتا ہے؟ کیا اُس کی قوم کے لوگ خوش حال ہیں؟ کیا وہ مالدار ہے؟ اگر وہ اِن
امور کے رُو سے ایک مناسب آدمی ہے۔ تب اُس کی طرف توجہ کیجائے گی لیکن اگر
وہ کسی اور فرقہ کے گرجا میں حاضر ہوتا ہے۔ مثلاً وہ بیپٹسٹ ہے یا رومن کیتھولک ہے
یا میتھوڈسٹ ہے اور تم ان فرقوں میں سے نہیں ہو تو تم اُسکے ساتھ ہاتھ نہیں ملا سکتے۔
مسیحیت کے یہ تمام فرقے ایک دوسرے کے ساتھ سخت عداوت اور بُغض رکھتے ہیں اور

اگر ممکن ہو تو وہ ایک دوسرے کو تلوار سے قتل کردیں یا آگ سے جلادیں جیسا کہ وہ گذشتہ زمانہ میں کرتے رہے ہیں۔ ان حالات کو مدِ نظر رکھکر ہم مسیحیت کے لیئے ناکامیٔ محض کا فتویٰ دے سکتے ہیں۔ ڈاکٹر مارٹینو نے جو ایک مشہور یونی ٹےرین ہے خوب کہا ہے "مسیح زمین پر آگ جلانے آیا۔ اور آج ۱۸ سو سال کے بعد بھی اُس کے پیرو یہی سوچ رہے ہیں کہ آگ جلانے کے لیئے کوئی نہایت ہی عمدہ دیا سلائی تجویز کی جاوے"۔ کلیسیا کا اب لوگوں کے دلوں پر بالکل کوئی اثر نہیں۔ اور تثلیث۔ کفارہ اور الوہیت مسیح کے عقائد کیوجہ سے بہت سے لوگ دہریوں کی جماعت میں داخل ہو گئے ہیں۔ درحقیقت اب لوگوں نے عام طور پر مسیحیت سے منہ پھیر لیا ہے اور اس طرح ایک عجیب نظارہ ہماری آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے ایک طرف تو ہم دیکھتے ہیں کہ مسیحی مشنریوں کی ایک فوج غیر ممالک کے لوگوں کو مسیحی بنانے کے لیئے باہر جاتی ہے اور دوسری طرف ہم دیکھتے ہیں کہ خود انگلستان و یورپ میں اکثر لوگ مسیحیت کے معتقد نہیں رہے۔ پھر مختلف فرقوں کے مسیحی واعظ مختلف باتوں کو پیش کرکے ہر ایک اُن میں سے کہتا ہے کہ جو بات میں پیش کرتا ہوں یہی حق ہے اور اسکے سوا سب کچھ باطل ہے اس اختلاف کا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ سننے والوں کے دلوں میں نفرت پیدا ہو جاتی ہے اور وہ یہ فیصلہ کرتے ہیں کہ اُن کا اپنا ہی مذہب اُس مذہب سے بدرجہا بہتر ہے جسے مسیحی واعظ پیش کرتے ہیں۔ کلیسیا ہمیشہ ترقی کی دشمن رہی ہے اور ہمیں اُن بڑے آدمیوں کی ضرور عزت کرنی چاہیئے۔ جنہوں نے مذہبی اور سوشل آزادی قائم کرنے کے لیئے مسیحیت کا مقابلہ کیا ہم انگریز اُن آزاد خیال لوگوں کے بہت ممنون ہیں جنہوں نے کلیسیا کا سخت مقابلہ کرکے ملک میں آزادی قائم کی کلیسیا نے اُن کی مخالفت کی مگر وہ کلیسیا پر غالب آئے۔ آج گرجے خالی نظر آتے ہیں۔ اور باقی دنوں کی طرح اتوار کے دن بھی تصویروں کے محل۔ تھی اے ٹر۔ اور گانے بجانے کے ہال تماشہ بینوں سے پُر رہتے اور ہزاروں آدمی اتوار کے دن سیر کے لیئے سمندر کے کنارہ پر چلے جاتے ہیں یا باغوں میں باجا کی دلکش آواز کو سننے کے لیئے جمع ہو جاتے ہیں۔ مسیحیت بُرے طور سے ناکام ہوئی ہے اور اب ضرور ہے

کہ وہ اسی طرح گھٹتی گھٹتی آخر فنا ہو جائے۔ اور اب جو لوگ اس کو ہلاکت سے بچانیکی کوشش کرینگے وہ عام لوگ نہیں ہونگے بلکہ وہ ایسے لوگ ہونگے جن کا ذریعہ معاش مذہب ہے یعنی جو مذہب کی بدولت روٹی کما کر کھاتے ہیں۔ روپیہ۔ اہل یورپ کا معبود ہے اور نفاق ان کا عمل ہے۔ کیا ایسے مذہب سے یہ توقع ہو سکتی ہے کہ وہ دنیا میں امن پھیلائے گا؟ کیا یورپ کی اکثر طاقتیں کمزور ریاستوں کو اپنے پاؤں تلے روند نہیں رہی ہیں؟ کیا ہم الجزائر۔ مراقس۔ کریمیا کی چھوٹی ریاستوں یا طرابلس کو بھلا سکتے ہیں؟ کیا یہ سب علاقے یورپ کی خوفناک وحشت کے نشان نہیں ہیں؟ اور اب بھی مسیحی لوگ ہمیں یہی سناتے ہیں کہ مسیحیت نے یورپ کو مہذب بنایا۔ اگر تہذیب اسی چیز کا نام ہے تو خدا کرے کہ مشرقی ممالک ایسی تہذیب سے محفوظ ہی رہیں!! آؤ ہم اس امر پر غور کریں کہ کیوں مسیحت کو کل دنیا قبول نہیں کر سکتی۔ سب سے پہلے تو الوہیت مسیح کا اعتقاد ایک ایسا اعتقاد ہے جس کو کوئی قوم جو ایک خدا کو مانتی ہے ہرگز قبول نہیں کر سکتی۔ مسلمان۔ یہودی۔ بدھ۔ یسوع کو خدا کا بیٹا یا خدا ہرگز تسلیم نہیں کر سکتے۔ مسیحیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ ہمارے کام خواہ کیسے ہی نیک ہوں۔ ہماری زندگی خواہ کیسی ہی پاک ہو۔ اور ہم نے خواہ ہزاروں آدمیوں کی مدد کی ہو۔ پھر بھی ہم جنت میں داخل نہیں ہو سکتے جب تک ہم اس بات پر ایمان نہ لائیں کہ خدا کا بیٹا یسوع ہمارے لئے قربان ہوا۔ کیا ایسے عقیدہ سے انسانوں کے اخلاق پر اچھا اثر پڑ سکتا ہے؟ اسکے مقابل میں سچا عقیدہ یہ ہے کہ انسان کو اپنی نجات کے لئے خود فکر کرنی چاہیئے اور وہ خود اپنے کاموں کا ذمہ وار اور جوابدہ ہے۔ اگر ایک انسان کا یہ عقیدہ ہو کہ وہ یسوع کے کفارہ پر ایمان لاکر نجات حاصل کر لیگا تو وہ جو گناہ چاہے کر سکتا ہے۔ کیونکہ اُس کا عقیدہ ہے کہ یسوع نے تمام گناہ اپنے اوپر اٹھا لیئے ہیں نہیں مسیحیت دنیا کا مذہب نہیں ہو سکتا۔ کیا کوئی اور مذہب اس بات کا زیادہ حقدار ہے کہ وہ دنیا کا مذہب ہو۔ آؤ ہم دیکھیں۔ یہودی مذہب کو تو ایک طرف رکھدو۔ ایسا ہی زرتشتی مذہب کو۔ کیونکہ یہ دونوں مذہب قومی مذہب ہیں اور یہ غیر قوموں کو اپنی طرف نہیں بلاتے اور نہ اپنے اندر کسی غیر کو شامل کرتے ہیں۔ کیا ہندو مذہب دنیا کا مذہب ہو سکتا ہے جس کے عقائد میں

بہت سی ناپاک باتیں شامل ہیں۔ جسکے دیوتوں کی تعداد بیشمار ہے۔ اور جس میں ذات پات اور چھوت چھات کا مسئلہ مذہب کی جزو سمجھا جاتا ہے۔ ایسا مذہب کسی طرح دنیا کا مذہب نہیں ہو سکتا۔ کیا بدھ مذہب دنیا کا مذہب ہو سکتا ہے؟ خالص بدھ مذہب۔ اخلاقی پہلو سے ہمارے نزدیک چنداں قابل اعتراض نہیں۔ مگر عملاً یہ مذہب خدا کی ہستی اور آخرت سے انکار کرتا ہے۔ بدھ مذہب اور کنفوسش کا مذہب بے شک اخلاقی لحاظ سے تو اچھے ہیں مگر کل دنیا انکو مذہب کے طور پر قبول نہیں کر سکتی۔ اب ہمارے غور کے لئے صرف اسلام باقی رہتا ہے۔ کیا اسلام اس بات کا حقدار ہو سکتا ہے کہ وہ کل دنیا کا مذہب ہو۔ مسیحیوں کا یہ دعویٰ ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے عبرانی اور مسیحی صحیفوں سے نقل اتاری ہے۔ یہ پرلے درجے کا جھوٹ ہے۔ بلکہ سچ یہ ہے کہ اسلام کا مسیحیوں پر احسان ہے اور مسیحیوں کا اسلام پر کوئی احسان نہیں۔ کیا مسیحی صاحبان کے پاس اس بات کا کوئی ثبوت ہے کہ اُن کی کتابیں فلاں سال اور فلاں تاریخ کو لکھی گئیں۔ بائیبل کی کسی کتاب کے متعلق کوئی یقینی تاریخ نہیں بتائی جا سکتی کہ وہ کب لکھی گئی۔ اور ہم جانتے ہیں کہ موسیٰ (علیہ السلام) نے بائیبل کی اُن کتابوں کو نہیں لکھا جن کو موسیٰ کی پانچ کتابیں کہا جاتا ہے۔ اور نہ یوشع۔ سموئیل۔ روت۔ اور یسعیاہ نے اُن کتابوں کو لکھا جو اُن کی طرف منسوب کیجاتی ہیں۔ درحقیقت اگر ہم یہ کہیں کہ پرانے عہدنامہ کی تمام کتابیں گمنام مصنفوں کی تحریریں ہیں تو اس میں کوئی مبالغہ نہیں ہے۔ جب ہم نئے عہدنامہ کی طرف رجوع کرتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ مسیحیوں کے پاس کوئی ایسی تحریر نہیں جس کا مصنف خود یسوع مسیح ہو۔ اب سوال یہ ہے کہ جب یسوع کی اپنی کوئی تصنیف موجود نہیں۔ تو پھر اسکے الفاظ کس ذریعہ سے آئندہ نسلوں تک پہنچائے گئے۔ کیا متی۔ مرقس۔ لوقا۔ اور یوحنا نے خود وہ کتابیں لکھیں جو اب چار انجیلوں کے نام سے مشہور ہیں۔ محققین کہتے ہیں کہ نہیں۔ پھر ہم یہ پوچھتے ہیں کہ یہ کتابیں کب گھڑی گئیں۔ ایڈون جانسن اپنی مشہور تصنیف دی رائیز آف کرسٹن ڈم میں اس بات کا ثبوت دیتا ہے کہ زمانہ وسطی کے حجرہ نشین درویش ان کتابوں کے تیار کرنیوالے ہیں۔ لیکن خواہ کچھ ہی ہو۔ ہم بائبل کو اعتبار کی نظر سے نہیں دیکھ سکتے کیونکہ ہم نہیں جانتے کہ جو مختلف کتابیں اس مجموعہ میں پائی جاتی ہیں اُن کے لکھنے والے

کون لوگ ہیں۔ اور چونکہ یہ بات صاف ہے کہ بہت سی نام کی پیشگوئیاں واقعات کے ظہور کے بعد لکھی گئیں اور یہ کہ خود لوتھر کے زمانہ میں بھی ان کتابوں میں کئی باتیں بڑھائی جارہی تھیں۔ تو ہم یقیناً کہہ سکتے ہیں کہ یہ کتابیں قدیمی صحیفے کہلانے کے قابل نہیں۔ اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لیئے یہ ممکن نہ تھا کہ ان کتابوں میں سے کوئی مضمون اخذ کرتے کیونکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اُمّی تھے اور مکہ میں کوئی ایسا کتب خانہ موجود نہ تھا جس میں وہ تمام مختلف مذاہب کی کتابیں جمع ہوں جن کی نسبت کہا جاتا ہے کہ آپ نے فلاں فلاں کتاب سے قرآنی مضامین اخذ کیئے۔ اور آپ کے پاس ان کتابوں کو مختلف زبانوں سے عربی میں ترجمہ کرانے کا سامان بھی موجود تھا۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے تبلیغ کا حق ادا کیا۔ اور قرآن مجید کی معجزانہ کلام نے اپنی صداقت کا کُل اہل ملک کو یقین دلادیا۔ (یسوع مسیح ایسا کرنے سے عاجز رہا) اسلام کی صداقتوں کے سامنے تمام بطلان نابود ہوگئے۔ قرآن شریف سچ کہتا ہے کہ جَآءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا۔ یعنی حق آیا اور باطل بھاگ گیا۔ تحقیق باطل بھاگنے والا ہی تھا۔ یہ نظارہ دنیا نے عرب میں رسول عربی کے ہاتھ پر پورا ہوتا ہُوا دیکھ لیا ہے۔ اور صرف عرب پر ہی موقوف نہیں۔ جن جن ملکوں نے اسلام قبول کیا ہے پھر اُن میں سے ایک نے بھی اسلام کو چھوڑ کر دوبارہ اپنے آبائی مذہب یا مسیحیت کو اختیار نہیں کیا۔ اسلام ایک عالمگیر اخوت کا وعظ کرتا ہے۔ اسلام میں کالا اور گورا سُرخ اور سفید سب برابر ہیں۔ اور یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جو عالمگیر مذہب کے لیئے ایک محکم بنیاد کا کام دیتا ہے۔ تمام مسیحی دنیا کو اس بات کا قائل ہونا پڑتا ہے کہ اسلام اپنے تمام پیروؤں میں خواہ وہ کسی ملک میں آباد ہوں ایک وحدت کی روح پھونک دیتا ہے۔ مس آینی سمال۔ اپنی کتاب مسمّٰی بہ اسلام میں لکھتی ہے کہ ”اس آواز پر کہ خدا کی راہ میں جنگ کرو۔ تمام اہل اسلام ایک انسان کی طرح ہوجاتے ہیں اور دین کے دشمنوں کا سخت مضبوطی کے ساتھ مقابلہ کرنے کے لیئے طیار ہوجاتے ہیں۔ اور یہ ایک ایسی بات ہے جو مسیحیت میں مفقود ہے۔“ اور پھر وہ لکھتی ہے کہ ”اسلام کی تاریخ میں جس نے مسیح کے کلیسیا کے سامنے ترقی کی ہے ایسی باتیں کثرت سے پائی جاتی ہیں جو اگر مسیحیت میں پائی جاتیں

تو جو ناکامی مسیحی کلیسیا کو خداوند کی بادشاہت قائم کرنے میں ہوئی ہے وہ ناکامی اُسے نصیب نہ ہوتی۔"

مندرجہ بالا تحریر سے ظاہر ہوتا ہے کہ خود مسیحی لوگ بھی اسلام کے مدّاح اور مسیحیت کی ناکامی کے قائل ہیں۔ اسلام دنیا میں سب سے زیادہ طاقتور ٹمپرنس سوسائٹی ہے۔ اسلام شراب خواری اور قمار بازی ہر دو کو منع کرتا ہے اور یہ ایسی دو بدیاں ہیں جن کی بدولت یورپ میں ہزارہا مسیحی ہلاکت کے گڑھے میں گر چکے ہیں۔ کیا مسیحیت میں شراب خواری اور قمار بازی کی ممانعت پائی جاتی ہے۔ بالکل نہیں۔ یہ ایک اور کمی ہے جو اسلام کے مقابل میں مسیحیت میں پائی جاتی ہے۔

پھر ایک اور بات جو صرف اسلام میں پائی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ اسلام میں ایک ایسی کتاب ہے جس کی نسبت اسلام کا سخت دشمن سر ولیم میور بھی قبول کرتا ہے کہ وہ بالکل محفوظ چلی آتی ہے اور اب بھی وہ بعینہٖ اُسی حالت میں ہے جس حالت میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے وقت تھی۔ اس میں کسی قسم کی تبدیلی یا کمی بیشی واقع نہیں ہوئی اور اسکے مستند ہونے میں ذرا بھی شک وشبہ کی گنجائش نہیں۔ کیا مسیحی صاحبان بائیبل کے متعلق بھی ایسا کہہ سکتے ہیں۔ افسوس کہ یہاں بھی نفی میں ہی جواب دینا پڑتا ہے۔

پھر اسلام ایک خدا کا وعظ کرتا ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے۔ جو رحمٰن اور رحیم ہے۔ مگر اسکے مقابل میں مسیحیت تین خداؤں کو پیش کرتی ہے اور یہ تین خدا بھی صرف مسیحیوں کے خدا ہیں۔ کُل عالم کے خدا نہیں۔ پس یہ ایک امر ہے جس میں اسلام کو مسیحیت پر فوقیت حاصل ہے۔

اسی طرح اسلام کے رُو سے نجات کے لیئے صرف ایمان لانا ہی کافی نہیں جیسا مسیحی لوگوں کا عقیدہ ہے بلکہ اعمال صالحہ کا ہونا بھی ضروری ہے (قرآن شریف میں جا بجا اٰمنوا کے ساتھ وعملوا الصّٰلحٰت بھی لگایا گیا ہے) ایسا ہی اسلام تمدنی قواعد کی بھی تعلیم دیتا ہے اور اسلام میں تمدنی سلسلہ ایسا مکمل ہے کہ یورپ نے موجودہ صدی میں بھی اس سے سبق حاصل کیئے ہیں لاڈ ابھی تک یورپ اسلامی معیار سے بہت

گرا ہوا ہے۔ اسلام ایک ایسا مذہب ہے جس پر اُسکے پیرو صدق دل سے ایمان لاتے ہیں جیساکہ کارلائیل نے اپنے تیز فہم کے ذریعہ اس امر کو محسوس کیا۔ اسلام میں ہم لوگ خوش رہتے ہیں۔ اُداس نہیں رہتے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہیں اور اُس کے نبیؐ سے ہم اخلاص رکھتے ہیں۔ اور ہمارا مذہب ہمیں اس بات سے منع نہیں کرتا کہ ہم سب انبیاءؑ پر ایمان لادیں بلکہ ہمیں یہ تعلیم دی گئی ہے کہ خدائے تعالیٰ کی وسیع رحمت نے وحی کی نعمت کو ایک چھوٹی سی قوم تک محدود نہیں رکھا جیساکہ مسیحیوں کا عقیدہ ہے بلکہ خدائے تعالیٰ نے تمام اُمتوں کی طرف نبی اور رسول مبعوث فرمائے۔ مسیحیت صرف اُن نبیوں کو قبول کرتی ہے جن کا ذکر بائیبل میں ہے اور یہودی قوم میں پیدا ہوئے مگر اسلام جیسا حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) حضرت موسیٰؑ۔ اور حضرت عیسیٰؑ کو سچے نبی قرار دیتا ہے۔ ایسا ہی اسلام کے رُو سے بُدھ۔ زرتشت۔ کنفوشس۔ کرشن علیہم السلام بھی خدائے تعالیٰ کے برگزیدہ رسول ہیں۔ مسیحیت صرف بنی اسرائیل کے انبیاءؑ کو مانتی ہے مگر اسلام روئے زمین کے تمام راستبازوں کو قبول کرتا ہے۔ اور اسلام کی یہ تعلیم اسلام کے عالمگیر مذہب ہونے کا راز ہے۔ اسلام سب کو قبول کرتا ہے اسلیئے تمام مذاہب بغیر اپنے ہادیوں کو چھوڑنیکے اسلام کو قبول کر سکتے ہیں۔ حالانکہ مسیحیت کے قبول کرنے کیلیئے غیر مذاہب کے لوگوں کو اپنے ہادیوں کا ۔۔۔ ۔۔ انکار کرنا پڑتا ہے۔ ایک ایسا زمانہ آنیوالا ہے جب بُدھ۔ ہندو اور پارسی اسلام کے ساتھ ملائے جائیں گے اور اپنے اپنے ہادیوں کی بدستور عزت کرتے ہوئے اور اُنکو نبی مانتے ہوئے اسلام کے نبیؐ کو بھی قبول کرینگے جس نے یہ تعلیم دی کہ ان سب مذاہب کے بانی خدا کے راستباز رسول اور برگزیدہ نبی تھے۔ اسلام نے ایک ایسی بُنیاد ڈالی ہے جس پر روئے زمین کے مذاہب متفق ہو کر اور اپنے رسولوں اور ہادیوں کی سچی اور صحیح تعلیم کی طرف رجوع کر کے سب کے سب اسلام کا مذہب اختیار کر سکتے ہیں کیونکہ یہ کسی خاص قوم یا خاص ملک کا مذہب نہیں بلکہ یہ وہ پاک اور خالص اور قدیمی مذہب ہے جس کی سب انبیاءؑ نے تعلیم دی اور اس مذہب کا اختیار کرنا دنیا کے تمام برگزیدہ نبیوں کی صحیح اور سچی تعلیم کو اختیار کرنا ہے۔ محمد

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں کوئی نیا رسول نہیں ہوں اور میں کوئی نیا مذہب نہیں لایا بلکہ میرا مذہب نوع انسان کا فطری مذہب ہے جس کی طرف روئے زمین کے کُل انبیاء بُلاتے چلے آئے۔ روئے زمین کے تمام انبیاء کی سچی تعلیم اُس ہدایت نامہ میں جمع کی گئی ہے جس کا نام قرآن ہے۔ اسلیئے دوسرے مذاہب کے لوگوں کو اسلام کے قبول کرنے میں ذرا بھی دِقّت نہیں کیونکہ اسلام کو قبول کرنا دراصل اُس سچی تعلیم کو قبول کرنا ہے جو دنیا کے تمام نبی لائے اور اُن غلطیوں کو چھوڑنا ہے جو بعد میں پیدا ہوگئیں اور ایک ایسا مذہب اختیار کرنا ہے جو تمام سچائیوں کا جامع ہے اور جس میں تمام ضرورتوں کے لئے سامان مہیّا کیا گیا ہے۔ (ایڈیٹر)

بظاہر اسوقت یورپ اسلام سے دُور نظر آتا ہے مگر اب مسیحیت مر رہی ہے۔ اور چونکہ انسان کی بہتری کے لیئے مذہب کا ہونا لازمی ہے اسلیئے ایک انسان یہ کہہ سکتا ہے کہ جب آخر یورپ بھی اسلام کے مطالعہ کی طرف متوجہ ہوگا اور اُسپر اسلام کی حقانیت روز روشن کی طرح ثابت ہوجائے گی۔ تب انشاءاللہ تعالیٰ کُل دنیا صرف ایک اللہ کی پرستار ہوگی اور اسلام کی تعلیم کُل دنیا کا دستور العمل بنے گی۔ اُسوقت دنیا میں امن وعدل اور خوشی کا دَور دَورہ ہوگا۔ اور پھر موعودہ ساعۃ قریب آجائیگی۔ اسوقت ہم انگریز مسلمان تعداد میں بہت قلیل ہیں لیکن اسلام ہمارے لیئے ایک مضبوط قلعہ ہے اور خدائے تعالیٰ کے فضل سے ہم امید کرتے ہیں کہ کفر کی زمین میں اسلام کا قدم آگے بڑھیگا۔ اسلام افریقہ میں ترقی کر رہا ہے۔ امریکہ میں بھی بہت سے آدمیوں نے اسلام قبول کر لیا ہے۔ اب وقت آگیا ہے کہ تطلع الشمس من مغربہا کی پیشگوئی پوری ہو۔ کیونکہ اس پیشگوئی میں جس سورج کا ذکر ہے وہ اسلام کا سورج ہے جو مغرب میں طلوع کرکے اُس تمام تاریکی کو دُور کر دیگا جو اس وقت مغرب میں چھائی ہوئی ہے۔

پس دنیا کا آئندہ مذہب انشاءاللہ تعالیٰ اسلام ہی ہوگا۔

اس سے پہلے دو نمبروں میں مَیں نے مختصر طور پر ان دلائل کا ذکر کیا تھا جو قیامت کے وجود

قرآن مجید نے دی ہیں اور ان بے شمار دلیلوں میں سے جو قرآن شریف میں پائی جاتی ہیں نمونہ کے
طور پر چند دلیلیں تحریر کی تھیں اب اس نمبر میں مَیں یہ بیان کرنا چاہتا ہوں کہ کوئی الہامی
کتاب کسی مسئلہ کے متعلق اپنی طرف سے کتنی ہی بحث کرے اور کسقدر ہی دلائل کیوں نہ دے
لیکن اگر مخالفین کے اعتراضات کا جواب نہ دے جو اس مسئلہ پر کیئے جاتے ہیں تب تک اس
کتاب کا بیان ناقص ہے اور کسی صورت سے بھی ہم اسے مرتبۂ کمال تک پہنچی ہوئی نہیں کہہ سکتے
اور نہ ہی معترضین پر حجت پوری ہو سکتی ہے اسلیئے ضروری ہے کہ کامل کتاب دونوں پہلوؤں
پر حاوی ہو یعنے آپ دلائل بھی دے اور مخالفین کے شکوک و شبہات کو بھی دفع کرے اسلیئے
ہم قرآن مجید سے نمونہ کے طور پر وہ جوابات درج کرتے ہیں جو مخالفین کے ان اعتراضوں
کے دیئے گئے ہیں جو انہوں نے قیامت کے متعلق کیئے تھے تاکہ ناظرین کو قرآن مجید کے کمال
اور اس کی صداقت کا یقین ہو جائے۔

اعتراض اوّل۔ وضرب لنا مثلا ونسي خلقه ط قال من يحي العظام
وهي رميم ۝ پہلا اعتراض کفار کی طرف سے یہ کیا جاتا تھا کہ مُردوں کا زندہ کرنا ایک
عظیم الشان کام ہے اور ہمیں تو کوئی ایسی ہستی نظر نہیں آتی جو ایسا اہم کام سرانجام دے
سکے انسان تمام حیوانوں سے زیادہ فہیم اور عقلمند ہے مگر وہ بھی اس کام سے عاجز ہے
اور اسکے اختیار سے بھی باہر ہے اسلیئے کفار حیران ہو کر پہلا سوال یہ کرتے تھے کہ اگر مُردے
زندہ بھی ہونگے تو کریگا کون؟ اس کا جواب خدائے تعالیٰ اسی آیت میں آگے چلکر فرماتا ہے
قل يحييها الذی انشأها اول مرة وهو بكل خلق عليم
یعنی اگر تمہیں مُردوں کو زندہ کرنیوالی ہستی نظر نہیں آتی اسلیئے تم مُردوں کے زندہ ہونیکا
انکار کرتے ہو تو بتاؤ کہ ایا تم ایک پیدا شدہ مخلوق ہو یا نہیں پھر تم کو یہ بھی معلوم ہے
کہ تم کو کسی انسان نے نہیں بنایا تو کیا اس لیئے کہ اپنے خالق کو نہیں جانتے تم اپنے
پیدا کرنیوالے کا انکار کر دوگے یا اس بات کے منکر ہو جاؤ گے کہ تم بھی پیدا ہوئے تھے؟
لیکن تم اس بات کے منکر نہیں اور تم مانتے ہو کہ تم ایک پیدا شدہ مخلوق ہو اور تمہیں
کسی نے پیدا کیا ہے پس ہماری طرف سے بھی یہی جواب ہے کہ تم کو زندہ بھی وہی کرے گا

جس نے تم کو پیدا کیا اگر تم ہم سے اس زندہ کرنیوالے کا نام پوچھتے ہو تو ہم تم سے تمہارے پیدا کرنے والے کا نام پوچھتے ہیں جو نام تم اپنے خالق کا بتاؤ گے وہی ہماری طرف سے زندہ کرنیوالے کا نام پیش کیا جاویگا اور اگر تمہارا یہ دعویٰ ہو کہ ہمیں کسی نے پیدا نہیں کیا ہم خود بخود موجود ہو گئے ہیں تو ہماری طرف سے بھی وہی جواب ہے کہ تم خود بخود زندہ ہو جاؤ گے اگر یہ کہو کہ خود بخود زندہ کوئی نہیں ہو سکتا تو ہم بھی وہی کہیں گے کہ اگر خود بخود زندہ ہونا ممتنع ہے تو خود بخود پیدا ہونا کیوں نہ ممتنع سمجھا جاوے غرض اس سوال کا جواب کہ مرنے کے بعد ہمیں کون زندہ کریگا نہایت ہی اعلیٰ یہی ہے کہ وہی جس نے پہلی مرتبہ تم کو پیدا کیا تھا۔

اعتراض دوم۔ وھی رمیم ہ دوسرا اعتراض قیامت کے وجود پر یہ کیا جاتا ہے کہ جب ہمارے جسم گل سڑ جائیں گے اور ہماری ہڈیوں کا چورا ہو جائیگا اور ہمارے اجسام کے ذرات پراگندہ ہو جائیں گے اور یہ نظام بدن موجودہ شکل میں نہیں رہے گا تو کس طرح ایک مدت کے بعد پھر ذرات جمع ہو کر ایک جسم بنکر قیامت کے میدان میں چلے پھریگا اس اعتراض کے کئی جواب اللہ تعالیٰ نے دئیے ہیں جنمیں سے دو جواب ہدیۂ ناظرین ہیں۔ پہلا جواب یہ ہے کہ اولیس الذی خلق السموات والارض بقادر علیٰ ان یخلق مثلھم اس آیت میں استدلال بالاولیٰ کے ذریعہ جواب دیا ہے فرماتا ہے کہ ایک کام آسان ہوتا ہے دوسرا مشکل تو جو شخص مشکل سے مشکل کام سنوار سکتا ہے اسکے لیئے آسان کام کرنا کوئی مشکل نہیں اب تم انسانی خلقت کے حجم اور اندازہ اور قویٰ وغیرہ کا خیال کرو اور دوسری طرف آسمان زمین چاند ستاروں کے نظام پر غور کرو اور جو قوتیں اور خاصیتیں ان اجسام میں رکھی گئی ہیں اور جو بے نظیر کاریگری ان کرہ جات میں دکھائی گئی ہے وہ انسانی بناوٹ میں نہیں تو جب وہ اعلیٰ سے اعلیٰ نظام ایک ہستی نے پیدا کر دیئے اور ہمیشہ انہیں ایک باقاعدہ کام کرنیکا سلسلہ رکھدیا اور ایسی ایسی عظیم الشان صنعتیں اس نظام عالم میں کیں تو کیا وہ ہستی اس بات پر قادر نہیں کہ وہ انسان کے متفرق شدہ اجزا کو پھر ایک جگہ

جمع کر دے۔

دوسرا جواب یہ فرماتا ہے بلیٰ وھو الخلاق العلیم۔ اس جواب کی تفصیل اس طرح پر ہے کہ اگر کوئی کام کسی شخص سے اتفاقیہ ہو جاوے تو پھر وہی کام دوبارہ کرنا اس کے لئے مشکل ہوتا ہے جس طرح کہ کسی شخص کو بندوق کا نشانہ لگانا نہیں آتا لیکن جنگل میں اتفاقیہ اسکی بندوق کی گولی چلکر ایک شیر کو لگ گئی اور وہ شیر مر گیا یہ بات ممکن ہے لیکن دوسری دفعہ وہ شست بھی باندھے گا لیکن اس کی گولی نشانہ پر نہیں لگے گی کیونکہ پہلی دفعہ اسکا نشانہ اس کے علم اور اس کی واقفیت کی وجہ سے نہیں لگا تھا بلکہ اتفاقیہ چانس تھا لیکن جس نے نشانہ لگانے کی مشق کی ہوئی ہو اور وہ اس علم میں کامل ہو تو جب وہ پہلی دفعہ بندوق چھوڑے گا تب بھی نشانہ پر گولی لگے گی اور جب وہ دوسری دفعہ سر کریگا تب بھی نشانہ ٹھیک بیٹھے گا کیونکہ اس نے وہ کام علم کی بنا پر اور اس کے ذریعہ کیا تھا اسی طرح خدائے تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم بھی لوگوں کو مرنے کے بعد زندہ کریں گے کیونکہ ہم خلاق علیم ہیں یعنی پہلی دفعہ جو ہم نے تم کو پیدا کیا تھا تو ہم اتفاقیہ خلاق نہ تھے بلکہ خلاق علیم تھے یعنی اپنے علم کی رو سے ہم نے یہ خلقت پیدا کی تھی سو جس طرح ایک کاریگر کمہار ایک دفعہ برتن بناکر پھر دوبارہ سہ بارہ بھی برتن بنا سکتا ہے اسی طرح ہم بھی ایک دفعہ پیدا کر کے دوسری دفعہ پھر پیدا کر سکتے ہیں آگے چلکر فرماتا ہے فسبحان الذی بیدہٖ ملکوت کل شیءٍ و الیہ ترجعون یعنی اللہ تعالیٰ تمام نقصوں اور کمزوریوں سے پاک ہے اور ہر ایک عیب اور منقصت سے وہ منزہ ہے اگر یہ فرض کیا جاوے کہ وہ ایک دفعہ تو پیدا کر سکتا ہے لیکن دوسری دفعہ پیدا کرنا اس کے لئے محال ہے تو یہ ایک نقص ہے جو ہمیں اللہ تعالیٰ کی ذات میں ماننا پڑیگا۔ اور چونکہ وہ پاک ہے اور ہر ایک عیب و نقص سے منزہ ہے اس لئے اس نقص سے بھی وہ پاک ہے۔

پھر ایک مقام پر کافروں کا اعتراض نقل کرتا ہوا فرماتا ہے ءاذا متنا وکنا ترابا وعظاما ءانا لمبعوثون۔ اس آیت میں خدائے تعالیٰ نے کفار کے تین اعتراض نقل کئے ہیں۔ میں نمبروار ہر ایک کا جواب قرآن شریف سے بیان کرتا ہوں۔

اعتراض سوم۔ ءاذا متنا اس اعتراض کی تفصیل یہ ہے کہ جب انسان مر جاتا ہے اور

روح اس کے بدن سے مفارقت کرجاتی ہے اور زندگی کے آثار مفقود ہو جاتے ہیں اور وہ خواص جو انسان میں ودیعت ہوتے ہیں سب معدوم ہو جاتے ہیں جیسے سُننا بولنا سوچنا محسوس کرنا چلنا پھرنا وغیرہ وغیرہ سب قویٰ زائل ہو جاتے ہیں اور انسانی جسم محض لاشئی لاشہ رہ جاتا ہے تو پھر کس طرح روح عود کریگی اور مردہ زندہ ہو جائیگا اس اعتراض کے بہت سے جواب قرآن مجید نے دیئے ہیں جن میں سے دو درج ذیل ہیں۔

جواب اوّل کنتم امواتا فاحیاکم ثم یمیتکم ثم یحییکم ثم الیه ترجعون یعنی پہلا جواب تو تمھیں یہ دیا جاتا ہے کہ اپنے پچھلے حالات پر ایک نظر ڈالو اور یاد کرو کہ تم ایک زمانہ میں میّت تھے کوئی زندگی یا اسکے آثار تم میں نہ تھے انسانی خواص و قویٰ کا تم میں نام و نشان بھی نہ تھا لیکن پھر تم کو اللہ نے زندگی بخشی اور کچھ قویٰ اور خواص عطا کیئے اور متاع حیاۃ سے تم کو متمتع کیا اور تم زندہ کہلانے کے مستحق ہوئے اسی طرح جب ایک حیاۃ بعد المماۃ کا تم تجربہ کر چکے ہو اور مردہ ہونے کے بعد زندہ ہونیکا مزہ چکھ چکے ہو اور عدم کے بعد وجود کا مشاہدہ کر چکے ہو تو پھر تمھیں قیامت اور بعث بعد الموت پر کیوں اعتراض اور شبہات اُٹھتے ہیں۔ تم جو کہتے ہو کہ مُردہ ہونیکے بعد زندہ نہیں کیئے جاؤ گے تو بتاؤ تو سہی کہ تم اس زندگی سے پہلے مُردہ نہ تھے پھر اس مردہ ہونے کی حالت کے بعد تم اب زندہ نہیں ہو جب تم اس حقیقت سے منکر نہیں ہو تو بعث بعد الموت کو کیوں ناممکن خیال کرتے ہو۔

جواب دوم۔ وتری الارض هامدة فاذا انزلنا علیها الماء اهتزت وربت وانبتت من کل زوج بهیج ۰ ذٰلك بان اللّٰه هو الحق وانه یحی الموتی وانه علی کل شیٔ قدیر وان الساعة اٰتیة لاریب فیها وان اللّٰه یبعث من فی القبور۔ یعنی تمھارا جو اعتقاد ہے کہ جب انسان کے قویٰ باطل ہو جاتے ہیں اور اسکے خواص زائل ہو جاتے ہیں پھر کس طرح وہ قویٰ اور خواص جسم انسانی میں عود کر آئیں گے تو کیا تم زمین کی حالت مشاہدہ نہیں کرتے کہ اس کے کیسے کیسی عجیب

خواص اور قویٰ ہوتے ہیں کہ ذرا سا دانہ پڑ جادے تھوڑے دنوں میں ایک لہلہاتا پودہ ہماری آنکھوں کو تراوت پہنچانے کے لیئے خزانۂ غیب سے نمودار ہو جاتا ہے ایک ذرہ کے برابر بیج سے سینکڑوں فٹ لمبے چوڑے عظیم الشان آسمان سے باتیں کرنے والے درخت اُگنے ہیں جدھر دیکھو سبزہ جدھر نظر اُٹھاؤ بہار ہے لیکن موسم خزان آتا ہے یا بارش نہیں ہوتی قحط پڑتا ہے تو سب قویٰ اور خواص کالعدم ہو جاتے ہیں نہ سبزہ نہ اسکی تراوت خشک بنجر زمین رہ جاتی ہے ہر طرف گرد و غبار گرمی اور تپش ہی جلوہ گر نظر آتے ہیں۔ زمین کی ساری قوتیں معدوم ہو جاتی ہیں سب خاصیتیں باطل ہو جاتی ہیں زمین مرجاتی ہے اس کی زندگی جاتی رہتی ہے لیکن خدا کی قدرت دیکھو فاذا انزلنا علیہا الماء اھتزت وربت وانبتت من کل زوج بھیج جب ذرا پانی کا چھینٹا پڑ جاتا زمین میں ایک حیرت انگیز تبدیلی واقع ہوتی ہے وہ سب مُردنی جاتی رہتی ہے تمام ضائع شدہ قوتیں پھر آب و تاب سے جلوہ گر ہوتی ہیں تمام زائل شدہ خاصیتیں پھر عود کر آتی ہیں وہی زمین جو کل تک بنجر پڑی ہوئی تھی آج سر سبز و شاداب نظر آتی ہے اور وہی قطعہ جو کل مُردہ تھا آج زندہ ہو جاتا ہے تھوڑے سے بیج بکھیر دو تھوڑے سے عرصہ میں چمن اور گلزار لگ جاتا اور جنگل میں منگل کا لُطف آنے لگتا ہے۔ جب تم اس زمین کو دیکھتے ہو کہ یہ مر کر زندہ ہو جاتی ہے تو کیوں نہیں مانتے کہ وہ قادر جس نے زمین کو مردہ ہونے کے بعد زندگی بخشی ہمیں بھی مرنے کے بعد زندہ کرے گا اور وہ ہستی جو زمین کی زائل شدہ قوتوں کو واپس لاتی ہے ہمارے ضائع شدہ قویٰ کو دوبارہ ہم میں قائم کرے گی اور وہ ذات پاک جو زمین کے باطل شدہ خواص دوبارہ پیدا کرنے کی موجب ہے وہی ہمارے خواص دوبارہ ہمیں عطا کر سکتی ہے۔

اعتراض چہارم۔ وکنا ترابًا چوتھا اعتراض کا فریہ کرتے تھے کہ جب ہمارے اجسام کے گوشت پوست نہیں رہیں گے اور خون و عروق وغیرہ کا نام و نشان نہیں رہیگا بلکہ ہمارا یہ جسمانی نظام لحمی شحمی حالت سے مٹی میں تبدیل ہو جاوے گا اور ہم بالکل

خاک بنجاویں گے پھر ہماری بعثت کس طرح ہوگی اس کا جواب اسطرح پر دیا ہے خلقکم من تراب ثم اذا انتم منہ تخرجون ۔ یعنی بے توفو! تم تعجب کرتے ہو کہ ہم جب مٹی ہو جائیں گے پھر مٹی سے کسطرح مجسم ذی روح مخلوق بنیں گے خیال تو کرو کہ اب جو تم زندہ ہو اس سے پہلے کیا تھے اسکے جواب میں وہی کہو گے اور یہی تمہارا مسلمہ عقیدہ بھی ہے کہ ہم مٹی تھے پس جب پہلے تم مٹی تھے پھر زندہ ہو گئے اسی طرح یقین کرلو کہ اب مرکر مٹی ہو کر تم پھر زندہ کیئے جاؤ گے جب ایک دفعہ مٹی سے بنے تھے تو کیا دوبارہ مٹی سے بننا مستبعد ہے۔

پانچواں اعتراض وکنا عظاماً ءانا لمبعوثون ۔ پانچواں اعتراض یہ کیا جاتا تھا کہ ہم ہڈیاں بنجاویں گے اور جو رگوں اور گوشت وخون کا مجموعہ تھا وہ متفرق ہو جائیگا پھر یہ ہڈیاں کس طرح وجود پذیر ہونگی اسکے متعلق فکسونا العظام لحما فرمایا یعنی تمہارے مرنے کے بعد ہڈیاں رہ جاتی ہیں گوشت پوست جلدی اُتر جاتا ہے تم انکو دیکھکر ان ہڈیوں پر گوشت پوست چڑھنا ناممکن خیال کرتے ہو کیا جب تم ماں کے پیٹ میں تھے اسوقت تمہارے جسم کی ہڈیوں پر گوشت چڑھایا گیا تھا یا نہیں پھر تم ایک کامل مجموعہ بنگئے تھے یا نہیں تم اس کا جواب اثبات میں دوگے تو اسی طرح ممکن ہے کہ جس ذات نے تمہاری ماں کے پیٹ میں فی ظلمات ثلاث تمہارے جسم کی ہڈیوں پر گوشت چڑھایا وہ اس موجودہ گوشت کے اُتر جانے کے بعد ان ہڈیوں پر گوشت چڑھاوے غرض قرآن مجید نے بعث بعد الموت کے متعلق عام طور پر یہی پہلو اختیار کیا ہے کہ انہیں پچھلے نظائر کی طرف توجہ دلائی جاوے اگر انہوں نے یہ کہا کہ ہم ہڈیاں ہو جاویں گے تو گوشت پوست کسطرح چڑھے گا تو فرمایا کہ اسی طرح جس طرح کہ ماں کے پیٹ میں ایک دفعہ چڑھ چکا ہے اگر انہوں نے یہ اعتراض کیا کہ ہم مٹی ہو جاویں گے پھر کسطرح زندہ ہونگے تو فرمایا کہ اب جو تم پیدا ہوئے ہو اس سے پہلے تم مٹی تھے پس جسطرح اب تم مٹی سے بنے ہو اسی طرح مٹی بنکر پھر زندہ ہو سکتے ہو اگر انہوں نے یہ سوال کیا کہ ہم مرجاویں گے ہماری روح نکل جاوے گی

تو کس طرح روح عود کرے گی فرمایا کہ اس موجودہ زندگی سے پہلے کیا تم مُردہ نہ تھے جس طرح اس مردگی کے بعد زندگی ہوئی اسی طرح آئندہ موت کے بعد حیات اور عدم کے بعد وجود ملے گا اگر انہوں نے یہ پوچھا کہ مرنے کے بعد ہمارے جسم کے تمام حواس تمام قوتیں تمام خاصیتیں زائل ہو جائیں گی پھر یہ کس طرح ہمارے جسموں کی صفات بن سکتے ہیں تو اس کا یہ جواب دیا کہ قحط کے ایام اور خزاں کے دنوں میں زمین کی ربودگی اس کی تر و تازگی اسکی خاصیتیں زائل ہو جاتی ہیں تو کیا بارش سے اس کی قوتیں لوٹ نہیں آتیں اسی طرح جو اپنے حکم سے زمین کی قوتیں اور خواص واپس لا سکتا ہے وہی تمہارے اجسام کے خواص بھی لوٹا سکتا ہے ۔ و آخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العٰلمین ۔

(میر محمد اسحٰق)

ریویو

ادب:- یہ ایک اُردو علم ادب کا ماہوار رسالہ زیر ایڈیٹری جناب مصطفٰے خانصاحب بی ۔ اے لاہور سے بڑی آب و تاب کے ساتھ شائع ہوتا ہے ۔ جو نہ صرف بلحاظ عمدہ کاغذ ۔ اعلیٰ لکھائی اور صاف چھپائی کے قابل قدر ہے بلکہ اپنے اعلیٰ مضامین اور مؤثر غزلیات کیوجہ سے اُردو خوان پبلک کے مطالعہ کے لیئے بہت مفید ہے ۔ رسالہ واقعی ادب کے نام سے موسوم ہونا ضروری تھا ۔ اسکے مضمون نگاروں کی فہرست مطالعہ کرنے سے اچھی طرح پتہ لگ سکتا ہے کہ خانصاحب کو رسالہ مرتب کرنے میں بڑی محنت سے کام لینا پڑتا ہے ۔ یہ رسالہ اس قابل ہے کہ اُردو زبان کے ساتھ مذاق رکھنے والے احباب اس کی اعانت کریں ۔ عوام سے ستے ، اور طلباء سے عہ

ملنے کا پتہ ۔ ادب ایجنسی ۔ پٹیالہ ۔

امریکہ کی چٹھی

بعض لوگوں نے لکھا تھا کہ خواجہ صاحب پیرس کی کانگریس میں بولائے نہیں گئے تھے بلکہ خود بخود گئے تھے۔ایسے لوگوں کے اطمینان کے لیئے ہم ذیل میں اس کانگریس کے جنرل سکرٹری کی ۱۲۔ستمبر ۱۹۱۳ء کی لکھی ہوئی چٹھی کا اقتباس درج کرتے ہیں۔

بخدمت اسسٹنٹ ایڈیٹر ریویو آف ریلیجنز. قادیان. ضلع گورداسپور

جناب عالی

آپکی چٹھی مورخہ یکم جون ۱۹۱۳ء کے مطابق ہم نے آپکے فیلو اڈیٹر مسٹر کمال الدین صاحب کو مذہبی ترقیات کی کانگریس منعقدہ پیرس میں شمولیت کے لیئے مدعو کیا۔ میں یہ بخوشی ظاہر کرتا ہوں کہ انہوں نے ہماری اس دعوت کو قبول کیا۔اور ہماری کارروائی میں شریک ہوئے۔اور دو موقعوں پر تقریر کی انہوں نے دوسرے موقعہ پر ایک بہت ہی پسندیدہ اور قیمتی مضمون اسلام کی روح اور اغراض پر پڑھا جو کہ ہماری مطبوعہ رپورٹ میں چھپے گا۔ ہمارے تمام اجلاس میں انکو نہایت تپاک سے خوش آمدید کہا گیا اور وہ بھی ہمارے ساتھ میل جول کرتے ہوئے بہت خوش معلوم ہوتے تھے۔ میں انسے خط و کتابت کررہا ہوں اور جہاں تک مجھ سے ہوسکا میں انکو انکے کام میں مدد دینے سے دریغ نہیں کروں گا اور اُن کا کام یہ معلوم ہوتا ہے کہ خدائے واحد کی مشترکہ تلاش میں جو سب کا باپ ہے اور عام انسانی اخوت کو ترقی دینے کی کوشش میں جسکے ساتھ انصاف۔ہمدردی اور نیکی کی زندگی ملی ہوئی ہو۔ دنیا کے بڑے بڑے مذاہب اور اپنے مذہب کے مابین توفیق و تطبیق کرکے دکھلادیں۔اسکے متعلق میں یہ بھی کہنا چاہتا ہوں۔کہ ہم میں سے بعض جو اس مقصد میں زیادہ حصہ لیتے ہیں۔اور یقین رکھتے ہیں۔کہ اتحاد بین الاقوام کے لیئے راہ مستقیم یہ ہے۔کہ ہم ایک دوسرے کے حالات سے زیادہ واقفیت پیدا کریں اور ایک دوسرے کی قدر کریں۔اور چونکہ خصوصیت کے ساتھ اس بات کا تعلق ہمارے مذہبی اعتقادات اور ضروریات سے ہے۔ اسلیئے ہمارا ارادہ ہے۔کہ ایک خدا ماننے والوں کی

کانگریس کے اجلاس کا سلسلہ جاری رہے۔ اور یہ اجلاس دنیا کی موحد قوموں کے مشہور مقامات مثلاً قسطنطنیہ۔ یروشلم۔ قاہرہ۔ بمبئی۔ دہلی۔ کلکتہ۔ شانگھی اور جاپان میں ہوں۔ اس مقصد کو مدِنظر رکھکر ہمیں دس بیس ایسے نمایندوں کی ضرورت ہے۔ جوکہ آٹھ یا دس بڑے بڑے مذاہب کی طرف سے جو ایک خدا کو مانتے ہیں۔ بطور وکیل ہوں جن میں عیسائیوں کا یونیٹیرن فرقہ بھی شامل ہے۔ یہ وکیل تمام دنیا کا دَورہ کریں اور مذکورہ بالا مقامات پر یکے بعد دیگرے جمع ہوکر مذہب توحید کے بنیادی اصول پر غور کریں۔ یہ وکلاء موجودہ مذاہب میں بغیر کسی قسم کا دخل دینے کے وہ ذرائع معلوم کرینگے۔ جوکہ انسانی برادری کے واسطے ضروری ہیں تاکہ اس طرح سے توحید کے سچے عقیدے کو دنیا میں ترقی دیں۔ اور اس مقصد کے لیئے ہم نے ایک مشہور موحد ریورنڈ۔ ڈاکٹر جے۔ ٹی سنڈرلینڈ کو جوکہ قبل ازیں بھی ہندوستان میں ایک سال تک رہ آئے ہیں۔ بھیجا ہے۔ جہاں وہ مجوزہ کانگریس کے لیئے جہانتک ممکن ہے راستہ صاف کرینگے ہمارے لیئے یہ ناممکن ہے۔ کہ ہم اسلامی دنیا کے ساتھ ملکر کام کرنیکے بغیر کسی حد تک تسلّی یا کامیابی کے ساتھ اس کام کو سرانجام دے سکیں۔ اسلیئے مَیں ملتجی ہوں کہ آپ اگر ممکن ہو۔ تو ڈاکٹر موصوف سے خط و کتابت کریں۔ اور اُسے مشورہ دیں۔

ہمارا منشاء یہ نہیں کہ ہم دنیا کو کسی نئے مذہب کی دعوت دیں بلکہ ہمارا منشاء یہ ہے کہ موحد قوموں کے بڑے بڑے مرکزوں میں عام اتحاد و اخوت پیدا کریں۔

ہماری صدر کمیٹی نے جوکہ گذشتہ ایّام میں پیرس میں ہوئی تھی۔ لنڈن کے ایک مشہور یہودی کلاڈ مانٹی فیر اور برہمو سماج میں سے کلکتہ کے پرنسپل ایچ۔ سی مترا کو کونسل میں داخل کیا ہے۔ ہم امید کرتے ہیں۔ کہ کسی دن کوئی وسیع خیال مسلمان بھی بطور نمایندہ اسلام ہماری کونسل میں شامل ہوگا۔

آپکا نیازمند چارلس۔ ڈبلیو ونٹی
بتاریخ ۱۳۔ ستمبر ۱۹۱۳ء

ایک اور چٹھی میں وہ لکھتے ہیں کہ ہمارے اس دَورہ کی اصل غرض ہستی باری تعالےٰ کی وحدانیت اور اللہ تعالیٰ کے باپ ہونے کے مسائل پر غور کرنا اور اسی ذیل میں الہام۔ وحی۔ دعا۔ کتب سماوی۔ انبیاءؑ۔ رسلؑ۔ اخلاق زندگی (کا مدار ہستی باری تعالیٰ پر ایمان لانا ہے)۔ عام اخوت انسانی۔ باہمی امن اور اتحاد وغیرہ مسائل پر بحث کرنا ہوگا۔

ماہوار رپورٹ صدر انجمن احمدیہ

قادیان بابت ماہ اکتوبر ۱۹۱۳ء

یتامیٰ - اس ماہ میں یتامیٰ کی صرف [illegible] آمد ہوئی ہے احباب کو ان بچوں کا خاص طور پر خیال رکھنا چاہیئے جن بیچاروں کا نہ ماں نہ باپ اور نہ کوئی رشتہ دار ہے۔ بالکل بے وارث یا ہوکر وہ انجمن کی زیر نگرانی پرورش پاتے ہیں۔

زکوٰۃ - اس ماہ میں ۱۱؍۲ آمد ہوئی ہے۔ مسلمانوں اور خاصکر احمدی احباب کو زکوٰۃ کا ضرور خیال رکھنا چاہیئے۔ زکوٰۃ کے واسطے خدائے تعالیٰ اپنے قرآن کریم میں ہر مومن کو بار بار تاکید فرماتا ہے۔

ہائی سکول - مدرسہ تعلیم الاسلام کے طلبار کی جس طرح دینی اور دنیاوی تعلیم میں خاص طور سے نگرانی ہوتی ہے ویسے ہی جسمانی تعلیم میں بھی بچوں کی صحت کو قائم رکھنے کے لیئے [illegible] ورزش میں شامل کرنیکا انتظام ہے - اور اس ضروری حصہ کی طرف بھی پوری توجہ سے کام لیا جاتا ہے۔

صیغہ اشاعت اسلام - ریویو انگریزی اُردو اور تفسیر القرآن کی تعداد میں گذشتہ ماہ کی نسبت کوئی کمی بیشی نہیں ہوئی - احباب کو توسیع اشاعت میں ہمت کرنی چاہیئے۔

لارڈ ہیڈلے جنکے متعلق گذشتہ پرچہ میں بھی لکھا گیا تھا کہ جناب خواجہ صاحب کے پاس انہوں نے اپنے قبول اسلام کا اظہار کیا ہے۔ اب تار آگیا ہے کہ انہوں نے قبولیت اسلام کا اعلان کردیا ہے۔ اللّٰھم زد فزد۔

صیغہ تعمیر - عمارت مدرسہ دارالعلوم کے برآمدوں کا فرش اور پلستر تقریباً مکمل ہوگیا ہے۔ اور سفیدی قریباً نصف کمروں اور برآمدوں میں ہوگئی ہے۔ ہال کمرہ کا کام ایک منزل تک قریب الاختتام ہے۔ اور ٹیپ کا کام کُل ختم ہوگیا ہے۔ بورڈنگ ہوس ہائی سکول میں روغن کا کام ہو رہا ہے۔ ہال کی ہر دو گیلریوں اور برآمدہ کی چھت کے لیئے سامان کی ضرورت ہے۔ لیکن خزانہ میں روپے کی کمی کی وجہ سے کام کے رُک جانے کا خطرہ ہے۔ اگر چلتا ہُوا کام بند ہوگیا۔ تو بڑی نقصان کا ڈر ہے۔ احباب کو موعودہ وعدوں کی ادائیگی کے لیئے ہمت کرنی چاہیئے۔ اس ماہ میں اس صیغہ تعمیر کی آمد صرف ما[illegible] ہوئی اور خرچ [illegible] روپے ہُوا۔ احباب کو اس تناسب کی طرف توجہ کرنی چاہیئے۔ اور خاص چندوں سے مدد کرنی چاہیئے۔

دفتر محاسب - ستمبر کے گوشوارہ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ صیغہ اشاعت اسلام بھی قریباً ایک ہزار روپیہ کا مقروض ہوگیا ہے۔ اور دیگر صیغہ جات مثلاً لنگر مدرسہ احمدیہ تو پہلے سے ہی مقروض چلے آتے ہیں۔ اور اب صیغہ تعمیر بھی چار ہزار کا مقروض ہوگیا ہے۔

مقبرہ بہشتی - چار اس ماہ میں مندرجہ ذیل بڑی رقومات داخل خزانہ ہوئیں۔

(۱) بابو عبدالرحمٰن صاحب۔ شملہ۔ [illegible]
(۲) شیخ عبدالرحیم صاحب نومسلم محرر دفتر تشحیذ قادیان [illegible]
(۳) خواجہ بشیرالدین صاحب پوسٹماسٹر۔ لس بیلہ۔ [illegible]
(۴) ڈاکٹر بشارت احمد صاحب۔ راولپنڈی [illegible]
(۵) ڈاکٹر سید غلام حسین صاحب حصار۔ [illegible]
(۶) بابو عبدالاکبر خانصاحب۔ پشاور۔ [illegible]
(۷) بابو غلام رسول صاحب۔ پشاور۔ [illegible]
(۸) ڈاکٹر محمد اشفاق صاحب۔ حصار۔ [illegible]

ریویو - کتاب القادیانی :- علامہ محمد عبدالماجد صاحب پروفیسر ٹی۔ ان۔ جوبلی کالج کی محنت شاقہ کی تصنیف ہے۔ علامہ موصوف کا نام نامی کتاب کی خوبیوں کی کافی شہادت ہے۔ ابو احمد کی غلطیوں کا جیسا کہ چاہیئے تھا۔ ویسا ہی رد کیا ہے۔ احمدی احباب خصوصاً علاقہ بھاگلپور کیلیئے بوقت ضرورت کام آنیوالی رہنما ہے۔ مخالف کیلیئے اسمیں تسکین ہے۔ خوبی یہ ہے۔ کہ متانت اور تہذیب کا کما حقہٗ لحاظ رکھا ہے جسکے لیئے دل [illegible]

ضخامت کے مقابل قیمت ۶ بہت حد تک واجبی ہے ملنے کا پتہ :- منیجر تشحیذ الاذہان قادیان۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

احمدی احباب کی خدمت میں ایک اپیل

بخدمت سکرٹری صاحبان انجمنہائے احمدیہ و دیگر احمدی احباب۔

السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

مَیں اس مطبوعہ چٹھی کے ذریعہ تمام جماعت احمدیہ کی توجہ اس طرف منعطف کرانی چاہتا ہوں کہ اسوقت خزانۂ انجمن میں روپیہ کی سخت کمی ہے اور عمارتوں کے اخراجات کا ادا کرنا تو الگ رہا ماہواری اخراجات کا پورا ہونا بھی مشکل ہو رہا ہے اسکی زیادہ تر وجہ یہی ہے کہ پچھلے دو تین سالوں سے عمارت کا کام شروع ہونے کی وجہ سے قوم پر چندوں کا بہت بوجھ رہا ہے اور بار بار جماعت میں چندوں کی تحریکیں ہوتی رہی ہیں علاوہ ان تحریکوں کے بعض بیرونی تحریکوں کے لئے بھی چندے ہوتے رہے ہیں جس کی وجہ سے روپیہ میں کمی آگئی اور اب تکلیف محسوس ہو رہی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل اور رحم ہے کہ ایسی چھوٹی سی جماعت میں اُس نے ایسی برکت دی اور غریبوں کے ہاتھ سے اُس نے ایسا عظیم الشان کام کروا دیا جو بڑے بڑے اُمرا کو نصیب نہیں اور یہ اُس کے مامور کی سچائی کا ایک نشان ہے جو ہم اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں کہ قادیان جیسے گاؤں میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے اسکے وعدوں کے ماتحت بورڈنگ ہوس اور ہائی سکول کی عالیشان عمارتیں تیار ہو گئیں ہیں اور دیکھنے والوں پر ہر وقت حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی سچّائی روشن کرتی ہیں کیونکہ اُنہوں نے قبل از وقت حالت گمنامی میں ان ترقیات کا وعدہ شائع فرمایا تھا جو آج اس غریب اور کمزور جماعت کے ہاتھوں سے اللہ تعالیٰ پُورا کروا رہا ہے وذٰلک فضل اللہ۔

اگرچہ ان عمارتوں کی تیاری میں قوم پر بہت بوجھ پڑا ہے اور بار بار کی تحریکوں سے شاید بعض لوگ اکتا بھی گئے ہوں اور کہتے ہوں کہ جب روپیہ نہ تھا تو پھر یہ کام ہی کیوں

شروع کیا اور کیوں نہ پہلے سامان مہیا کر لیا۔ لیکن در اصل یہ بوجھ چند دن کا ہے اور یہ مشکل عارضی ہے خدا کے فضل سے جب یہ عمارتیں تکمیل کو پہنچ جائیں گی تو یہ وقت یاد بھی نہ رہیگا ہاں خدائے تعالیٰ کی خوشنودی اور رضا کے حصول میں کوشش کرنے والے ان انعامات کے مستحق ہوجائیں گے جو وہ اپنے بندوں پر فرمایا کرتا ہے۔

ہم پر ایک بوجھ رکھا گیا ہے جس کا اٹھانا ہمارا کام ہے اور ہمیں ایک امانت دی گئی ہے جسے حفاظت سے ادا کرنا ہمارا فرض ہے ہم سے ایک وعدہ لیا گیا ہے جس کا پورا کرنا ہمارے لیئے ضروری ہے خدائے تعالیٰ نے دین اسلام کی خدمت اور اس کی دوبارہ ترقی کے کام پر ہمیں مقرر فرمایا ہے اور یہ اس کا احسان ہے کہ اس نے ہمیں اس کام کے لیئے چنا ورنہ ہزاروں ہیں جو اس نعمت عظمیٰ سے محروم ہیں۔ پس ہمارا فرض ہونا چاہیئے کہ جس طرح بھی ہوسکے اس کام کو پورا کریں۔ دنیا غافل ہے اور ہماری آنکھیں خدائے تعالیٰ نے کھولدی ہیں لوگ سو رہے ہیں لیکن خدا نے ہمیں جگا دیا ہے پھر باوجود اس ہوشیاری و بیداری کے اگر دوسروں کی طرح ہم بھی سست و کاہل رہیں تو کیسے افسوس کی بات ہوگی۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس مدعا اور مقصود کو پورا کرنے کے لیئے جس کے لیئے آپ مبعوث فرمائے گئے تھے کچھ تجاویز کیں اور خدا نے چونکہ آپ کو دین کی عظمت کو دوبارہ قائم رکھنے کے لیئے مبعوث فرمایا تھا ضرور ہے کہ آپ کی تجاویز میں برکت دے۔ اب ہمارے لیئے راستہ صاف ہے مشکل کام خدا کا نبیؑ کر گیا اب اسکے لگائے ہوئے پودہ کی آبیاری ہمارا فرض ہے تقویٰ کا بیج دنیا سے نابود تھا اس نے ثریا سے وہ بیج لاکر زمین میں بویا اور اس کی حفاظت کا خدا نے وعدہ کیا ہمارا کام اس کی آبپاشی ہے۔ اور اس کام میں حصہ لینے والے خدا کے ہاں اجر کے مستحق ہیں ہمارا کام پہلوں سے بہت آسان ہے ہم پر صرف چندوں کا بوجھ رکھا گیا ہے پہلوں کو اپنی جانیں بھی قربان کرنی پڑتی تھیں خود ہمارے بھائیوں میں سے دو کو افغانستان میں جان و مال کی قربانی دینی پڑی۔ پھر کیا ہم اس آسانی کے

باوجود اپنے بھائیوں سے پیچھے رہیں۔

جیساکہ پہلے یاددہانی کیجا چکی ہے اس وقت بعض ناتمام کاموں کے لیئے روپے کی ضرورت ہے اور لنگر مقروض ہے جس کی وجہ کچھ تو چندہ کی کمی اور کچھ مہمانوں کی زیادتی ہے اور اس کمی کی وجہ سے بہت سے کاموں میں رکاوٹ پیش آرہی ہے سالانہ جلسہ قریب آرہا ہے اور اس کے اخراجات کے لیئے بھی تین ہزار روپیہ کی ضرورت ہے جو پہلے مہیا ہو تو انتظام کیا جائے عمارت کے لیئے مجبوراً چھ سات ہزار روپیہ قرض لینا پڑا جس کی ادائگی کا وقت آگیا ہے اور اس کا ادا کرنا نومبر میں ضروری ہے اس کے لیئے تیرہ ہزار روپیہ کی ضرورت ہے اور گو چندوں کا بوجھ بہت پڑ چکا ہو مگر اس ضرورت کو پورا کرنا بھی جماعت کا ہی فرض ہے۔ عمارت اب ختم ہونے والی ہے اور تعمیر فنڈ کے چندہ سے کچھ مدت کے لیئے سبکدوشی ہوجائے گی مگر جو خرچ ہوچکا ہے اس کا ادا کرنا تو ضروری ہے اس لیئے جس طرح بھی ہوسکے اس رقم کو پورا کرنا چاہیئے خدائے تعالیٰ مومنوں کے ساتھ ہے وہ جماعت کی کوششوں کو ضائع نہ کرے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ جو لوگ خدائے تعالیٰ کے بھیجے ہوئے دین کی مدد کرتے ہیں خدا اُن کی مدد کرتا ہے ولینصرن اللہ من ینصرہ دین کی مدد کرنا اپنی مدد کرنا ہے ان تنصروا اللہ ینصرکم ویثبت اقدامکم۔ امید ہے کہ احباب اس طرف فوری توجہ فرمائیں گے اور اس رقم کو جلد پورا کردیں گے۔ کیونکہ تینوں ضروریات فوری توجہ چاہتی ہیں جو قرضہ کہ جماعت کے اعتبار پر لیا گیا ہے اس کا پورا کرنا بھی ضروری ہے۔ سالانہ جلسہ کے لیئے انتظام بھی ضروری ہے اور لنگر کا کام بھی بند نہیں کیا جاسکتا۔

جن سکرٹریان انجمنہائے احمدیہ اور دوستوں کی خدمت میں یہ چٹھی پہنچے وہ فوراً اپنے اور اپنے دوستوں کے چندے محاسب صاحب کے

نام بھجوادیں اور اس رقم کے پورا کرنے کے لیئے پوری سعی فرمادیں۔

جزاھم اللہ خیراً۔

سکرٹری صدر انجمن احمدیہ قادیان

نوٹ :۔ جلسہ سالانہ انشاء اللہ تعالےٰ ۲۶-۲۷-۲۸-دسمبر کو ہوگا مفصل پروگرام بعد میں شائع کیا جائیگا۔ تمام انجمنہائے احمدیہ کے سکرٹری صاحبان کی خدمت میں التماس ہے کہ جس جس جگہ سے جس جس قدر احباب جلسہ میں شریک ہونے والے ہوں اُس کی اطلاع فوراً دفتر سکرٹری صدر انجمن احمدیہ میں بھیجدیں۔ تا اُن کی رہائش کا مناسب انتظام کیا جاوے۔
اور تمام احباب کو اطلاع کردیں بسترے ضرور ہمراہ لائیں۔ بٹالہ سٹیشن پر گڈہ وغیرہ کا انتظام انشاء اللہ ہوگا

بقایا صیغہ جات یکم نومبر ۱۹۱۳ء

تعلیم	۶	۲	۵۸۷۸
یتامیٰ	۱۰	۵	۶۴۱
مساکین	۸	۱۰	۱۷۴۴
مستقل فنڈ متفرقات	۶	۲	۳۹۱۲
بورڈران ہائی	۲	۱۲	۷۱۱
زکوٰۃ	۳	۱۲	۴۵۰۸
امانت اندرونی	۰	۵	۶۷۵
؍؍ بیرونی	۹	۱۲	۱۷۹۳
میزان	۸	۱۵	۱۹۸۶۵
منہا کردہ فاضل	۰	۱۰	۱۳۱۴۵
باقی	۸	۵	۶۷۲۰
منہا کردہ پیشگی	۶	۸	۲۵۴۴
باقی نزد امین	۲	۱۳	۴۱۶۵

تفصیل فاضل

اشاعت	۳	۱۰	۴۷۳
تعمیر	۹	۵	۳۶۳۵
بیت المال	۳	۱۲	۳۸۸۹
متفرقات	۱	۱۲	۱۲۸۹
مدرسہ احمدیہ	۳	۷	۱۲۷۸
بورڈران احمدیہ	۹	۴	۳۶۱
مقبرہ	۸	۵	۲۲۱۷
میزان فاضل	۰	۱۰	۱۳۱۴۵

تفصیل پیشگی

تعلیم	۶	۷	۶۶۳
بیت المال	۰	۰	۴۶۳
مقبرہ	۰	۱	۴۲۳
متفرقات	۰	۰	۴۴۵
اشاعت	۰	۰	۳۰۰
مدرسہ احمدیہ	۰	۰	۲۵۰
میزان	۶	۸	۲۵۴۴

اطلاع:۔ خریداران ریویو کی خدمت میں التماس ہے کہ خط و کتابت کے وقت نمبر خریداری کا حوالہ ضرور دیا کریں ورنہ تعمیل ارشاد میں توقف ہو جائے تو معاف فرماویں۔

قیمت عہ؍ | چھ مشہور دواؤں کا بکس | قیمت عہ؍

آزمائش کیلئے ۔ آزمائش کیلئے

ڈاکٹر ایس کے برمن کی مجرب دوائیں گذشتہ ۳۰ سال سے تمام ہندوستان میں استعمال ہوتی رہی ہیں۔ اس لیئے قدیم خریدار کو مخاطب کرنے کی ضرورت نہیں رہی۔ صرف نئے اصحاب کے لیئے جو اشتہاری ادویات سے متنفر ہو گئے ہوں۔ یقین دلانے اور آزمائش کے لیئے یہ مندرجہ ذیل چھ مشہور اور مجرب ادویات کا (نمونہ بکس) بنا ہے جس میں اسقدر کافی ہر ایک ادویہ ہیں کہ آزمائش پورے طور سے ہو سکتی ہیں۔ یہ پیٹنٹ شیشیوں میں بھری ہوئی خوبصورت کاغذ کے بکس میں بند رہتی ہیں۔ جن کے ساتھ انکے حالات کی چھپی ہوئی کتاب اور استعمال ترکیب بھی رہتی ہے گھر باریوں کے لیئے یہ انمول ہے۔ اور سافرت کی حالت میں بہت کام دیتی ہے۔ تھوڑے خرچ میں ڈاکٹر ایس کے برمن کی خاص مفید دواؤں کا فائدہ ملتا ہے۔ اپنی خواہ دوسرں کی تھوڑے ہی خرچ میں بہت بہتری ہو سکتی ہے ہر ایک پوری شیشی کے دام الگ ہیں۔

دواؤں کا نام

عرق کافور۔ ہیضہ اور گرمی کے دست کی ایک ہی دوا۔

دمہ کی دوا۔ دمہ کیسا ہی زور میں ہو فوراً دباتی ہے۔

کولاٹانک۔ ہر ایک کے لیئے طاقت بڑھانے کی دوا۔

مقوی باہ کی گولیاں۔ جیسا نام ویسا فائدہ۔

جلاّب کی گولیاں۔ شب کو سوتے وقت کھا لینے سے صبح کو خلاصہ اجابت ہوتا ہے۔

عرق پودینہ سبز۔ درد شکم و ریاحی درد کی دوا۔

پوری حالت فہرست بلاقیمت طلب کرکے دیکھیئے۔ ادویات ہر جگہ دوکانداروں یا دوافروشوں سے مل سکتی ہیں (ورنہ ہمارے کارخانہ سے طلب کیجئے)

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ و ۶ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ

مطبع میگزین ۱۰۲؍۲ بواسطہ فقہ اللہ اسسٹنٹ منیجر میگزین کے اہتمام سے طبع ہوا۔